بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اختلافات سلسلۂ احمدیہ کے اسباب

اے مسیح موعود کے ماننے والو تمہیں اس کے نام پر خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اس میری عرضداشت کو بغور پڑھو اور اگر تمہیں اس کے پڑھنے سے کوئی روکے — تو یاد رکھو کہ وہ غلط راہ پر ہے اور اپنی پردہ دری سے گھبراتا ہے (کمال الدین)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور
نے
حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں بابو نظام الدین پرنٹر کے اہتمام سے
چھپوا کر شائع کیا۔
★ دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء ★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اندرونی اختلافات سلسلۂ احمدیہ کے اسباب

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد والہ واصحابہ وسلم۔ لاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ اٰمنت باللہ وملا ئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الاٰخرۃ والقدر خیرہٖ و شرہٖ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت ہ میں اللہ کو ملائکہ کو خدا کی کتابوں کو اُس کے رسولوں کو۔ قیامت کو حشر اجساد کو مانتا ہوں۔ قدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہوں ——— میں سچے دل سے قرآن شریف کو خدا کا کلام مانتا ہوں اور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا اور کامل پیغمبر اور سب پیغمبروں سے افضل اور اعلیٰ اور بہتر اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی اور رہبر سمجھتا ہوں۔ **میں اپنے مرشد حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود** کے الفاظ میں جو انھوں نے ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بمقام دہلی بعض افتراؤں کی تردید میں شائع کئے۔ **"حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوّت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں"** بالفاظ حضرت مسیح موعود "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی۔ اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی"۔ **اسی طرح میں کتاب نشان آسمانی مصنفہ حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ "ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے**

---

[1] ایک عاجز مسافر کا اشتہار مندرجہ کتاب دین الحق مرتبہ میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق دہلی صفحہ ۲۸ مطبوعہ ۱۹۱۰ء

بعد اس امّت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا یا پُرانا اور قرآن کریم کا ایک شوشہ اور نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔ ہاں محدّث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلّی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں، اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں۔" میں ایمان رکھتا ہوں کہ انھیں الوالعزم انسانوں میں سے ایک میرے آقا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود تھے — یہ ایک قسم کی ظلّی نبوت، ہے جس کا دروازہ صرف امّت محمّدیہ میں کھلا ہے۔ یعنی وہ نبوّت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی سے ملتی ہے۔ ایسا ہی بالفاظ کتاب چشمہ معرفت مصنّفہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ صفحہ ۳۲۴ و صفحہ ۳۲۵ میرا ایمان ہے کہ "جو شخص قرآن شریف کو اپنا دستور العمل بناتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو درحقیقت خاتم الانبیا سمجھتا ہے۔ اور اس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے۔ ایسا شخص خدا کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے۔ اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اس کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرّف کرتا ہے۔ اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے۔ اور جب اس کی پیروی کمال کو پہنچے۔ تو ایک ظلّی نبوّت اس کو عطا ہوتی ہے جو نبوّت محمّدیہؐ کا ظل ہے۔ یہ اس لئے کہ تا اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے اور تا اسلام ہی مخالفوں پر غالب رہے"۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے اُمت محمّدیہ میں ایسے عظیم الشان افراد پیدا ہوئے جیسے شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی۔ حضرت جنید بغدادی۔ اور دیگر مقدس انسان۔ انھیں لوگوں میں ایک عظیم الشان سے عظیم انسان میرا مرشد تھا۔ جو ضروریات زمانہ کے لحاظ سے مسیح کے نام سے پکارا گیا۔ اور انھیں معنوں میں آنحضرت صلعم نے آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا۔ میں نے انہی معنوں میں اپنے آقا کے مشن کو قبول کیا۔ میں ان کے مشن کو برحق اور ان کو خدا کی طرف سے مامور اور آنحضرت صلعم کی شان احمدیت کا بروز مانتا ہوں۔ ہاں میں مرزا صاحب کو آنحضرت صلعم کے برابر نہیں سمجھتا۔ میں ان کو وہی سمجھتا ہوں جو خود انھوں نے آئینہ کمالات اسلام میں فرمایا۔

"خدائے تعالےٰ خوب میداند کہ من عاشق اسلام و فدائی سید امام دغلام احمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میباشم"۔ ترجمہ۔ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اسلام کا عاشق غلام احمد اور حضرت

سیدا امام احمد مصطفےٰ صلعم کا جان نثار ہو۔" میرے ایمان و یقین میں میرے آقا حضرت مرزا صاحب صرف مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کی حمایت و ترویج و اشاعت کے لئے آئے ہیں۔ اور اگر اسلام اپنے صحیح معنوں میں دنیا میں اشاعت پا جاوے اور مسلمان حقیقی اسلامی زندگی اختیار کریں۔ تو میرے ایمان میں حضرت صاحب کا مشن پورا ہو جاوے گا۔ یہی میرا عقیدہ ہے جس کا اظہار میں نے ضروری سمجھا۔ اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں ؎

خدا شاہد اگر دل میں میرے کچھ بھی عداوت ہو
مگر دیکھا نہیں جاتا کہ اپنی قوم غارت ہو

میں اور عداوت؟ کس سے؟ حضرت میاں محمود سلمہ اللہ تعالےٰ سے؟ جو حصّہ ہے اس جسم مطہر کا جس کا میں غلام ہوں۔ مجھے اور نقار اس مقدس کے خاندان سے؟ کہ جس کے طفیل میں خود عیسائیت کے گڑھے سے جس کی طرف میں دن بدن قریب جا رہا تھا نکلکر ۱۸۹۲ء میں از سرِ نو مسلمان ہوا۔ اور نہ صرف مسلمان ہوا۔ بلکہ جس کی تربیت اور دعاؤں نے مجھے اس قابل کیا۔ کہ اس گناہ کے کفارہ میں جو مجھے عیسائیت کی طرف لے جا رہا تھا۔ میں آج عیسائیوں کو راہِ ہدیٰ کی طرف لانے کی کوشش کروں۔ میری زندگی کا وہ مبارک سے مبارک دن تھا جب میں نے ۱۸۹۳ء میں خدا کے مسیحؑ کے ہاتھ پر دین کو دنیا پہ مقدم رکھنے کا اقرار کیا۔ اور قربان جاؤں۔ ان اوقات کے جو اس فردِ کامل کی خدمت اور صحبت میں گذرے۔ جن کی طفیل میں نے اس اقرار کو حتی الوسع نبھایا۔ کیا میں ان احسانات اور شفقتوں کو بھول سکتا ہوں۔ جو مجھ پر اور خاصکر مجھ پر وہ اپنے وقت میں مبذول فرماتے رہے۔ اگر میں اپنی ساری عمر ان اغراض و مقاصد کی ترویج میں گذار دوں جن کے لئے اس محمدی مسیحؑ کا ربانی مشن قائم ہوا۔ تو یہ تھوڑا عرصہ ہو گا۔ ان لگاتار دعاؤں کا جو آپ نے میرے لئے کیں۔ کیا اس ساری شفقت و عنایت اور توجہ کا یہ بدل مجھ سے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کی اولاد کے مقابل برسرِ پیکار رہوں؟ ہاں ہمیں اپنے مرشد زادہ حضرت میاں صاحب مکرم سے اختلاف ہے تو اصولاً۔ اور اتفاق ہے تو اصولاً۔ اور یہ اختلاف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق باعثِ رحمت ہو سکتے ہیں۔ اگر غیر ذمہ دار اشخاص اپنی نفسانیت کو الگ کر دیں۔ بدقسمتی سے انسانوں میں ہمیشہ کثیر تعداد ایسے افراد کی رہی ہے جو اصول اور

ذات میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اور اصولی اختلاف کو ذاتی مخالفت پر محمول کر کے غلط نتائج پیدا کر لیتے ہیں۔ اور ذاتیات پر اتر آتے ہیں۔ یہ دراصل بنا ہے۔ اس نفاق و شقاق کی۔ جس نے اس وقت احمدی جماعت میں خطرناک شکل اختیار کر لی ہے۔ اور جس نے بظاہر سلسلہ کو بیخ سے ہلا دیا ہے۔ یہ سلسلہ تو دراصل اس مضبوط درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں کوہستانی چٹانوں میں ہوں۔ لیکن جس کی شاخیں اور پتے بعض وقت آندھی اور طوفان سے اس قسم کے لرزاں ہو جاتے ہیں جو ایک کوتاہ بین کے نزدیک درخت کو جڑھ سے اکھیڑنے کے لئے کافی سمجھی جاتی ہیں لیکن آندھیاں آیا ہی کرتی ہیں۔ طوفان موجزن ہوا ہی کرتے ہیں۔ مگر ان کے خاتمے پر درخت ویسے کا ویسے ہی کھڑا رہتا ہے اس وقت ہم ایک آندھی کے تختۂ مشق ہو رہے ہیں۔ ہم میں سے اکثر صحیح نتیجہ کے لئے سلیم غور و فکر کے قابل نہیں رہے۔ لیکن اے احمدی قوم! یاد رکھ جو سبق تو نے حضرت مسیح ؑ سے ایک چوتھائی صدی میں سیکھا ہے وہ استقامت کا سبق ہے۔ .... وہ صبر اور تحمل اور بردباری کا سبق ہے۔ وہ غور و فکر اور دعا کا سبق ہے غیر احمدیوں کا سلوک جو ایک وقت ہم سے تھا وہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ وہ ہمارے لئے کافی سبق ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے معاملات میں وہ طریق اختیار نہ کریں۔ جو بعض غیر احمدیوں کا ہم سے رہا ہے۔ یہ جماعت نہایت محنت و مشقت سے تیار ہوئی ہے۔ اس کو وہ علوم حقّہ سکھلائے گئے ہیں۔ جو دنیا سے مفقود ہو چکے تھے۔ ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفین سے بحثیں کیں۔ ہمیں مختلف طریق پر منہاج نبوّت کا سبق دیا۔ سلسلہ کے بعض معاملات کا سمجھنا نہایت باریک فہم چاہتا ہے۔ اور وہ فہم ہمارے آقا نے ہم میں زلازل اور مصائب کے وقتوں میں پیدا کیا۔ آج تم میں بعض معاملات کے سمجھنے میں بہتیں تنازعہ ہو سکتا ہے۔ جب آتھم اور میاں مبارک مغفور والا معاملہ تمہارے سامنے نہ ہو۔ یہ واقعات کیوں دنیا میں ہوئے۔ تاکہ تمہیں صحیح علم حاصل ہو۔ تم الفاظ "الہام" اور "ملہم" کی تفہیم میں تمیز کر سکو۔ تم کو یہ سمجھ آجاتے۔ کہ خدا خدا ہے۔ اور انسان انسان۔ پس اگر ہم میں کوئی اختلاف ہیں۔ یا کوئی مسائل اختلافی پیدا ہو گئے ہیں تو ان کا انفصال ان علوم کو سامنے رکھ کر کرو۔ جو میرے آقا نے ہمیں نہایت محنت و مشقت سے سکھلائے ہیں۔ محض واقعات اور حالات پیدا شدہ یا پیدا کردہ کی بنا پر باریک مسائل کا طے کرنا معقولیت سے بہت دور ہے

اور محض جذبات کے ہاتھ فروخت ہو جاتا ہے۔
آج تمہارے درمیان دو فریق ہیں۔ تنازعہ اگر سلسلہ کے لئے صرف انتخاب امیر کا ہوتا۔ تو میرے نزدیک یہ امر آسان سے آسان تھا۔ حضرت اقدس **امام آخر زماں** نے جہاں تک میرا علم ویقین ہے۔ کم ازکم ان نفوس میں سے نفسانیت کو مار دیا ہے۔ جو اس وقت فریقین میں موجودہ اختلاف کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں۔ اور حق الامر یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کے وہ خاص الخاص مریدین جو اُن کے اقرب اور زیر سایہ رہے اور اُن کی دعاؤں سے فیضیاب ہوئے اگر جماعت کی سرداری کے لئے جنگ کریں۔ تو پھر معاذ اللہ حضرت اقدس اپنے مشن میں ناکام گئے۔ میرا ایمان ہی نہیں۔ بلکہ مجھے علم ہے کہ جماعت کے کسی بزرگ کو بھی سرداری کی خواہش نہیں۔ ہم اگر اس قابل بھی نہیں ہوئے کہ ہم مخدومی کے مقابل خادمیت کو ترجیح دیں۔ اور اگر ہم آج بھی اپنے مرشد کے ان الفاظ کے مصداق حال نہیں ہوتے کہ ع

منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

تو بتلاؤ کہ اس سلسلہ حقہ نے کیا کیا۔ آہ۔ جماعت کس طرح بیجا جوشوں میں مدہوش ہو کر اس قدر بھی سوچنے کے قابل نہیں رہی۔ کہ ہمارے ان متقابلہ اعتراضوں سے سلسلہ کی صداقت پر کیا اثر پڑے گا۔ دُنیا میں خدا کی طرف سے انسان اگر آتے ہیں۔ تو کیا اسلئے آتے ہیں۔ کہ معجزات دکھلا دیں اور پیشین گوئیاں کریں۔ یا اُن کی غرض وغائیت خلق اللہ کی اصلاح نفس ہے خدارا ہوشمند و! غور کرو۔ تم نے ایک دوسرے پر الزام لگا کر کیا یہ ثابت نہیں کر دیا۔ کہ میرے آقا کا مشن ناکام رہا۔ اس بات کو ایک طرف رکھ دو کہ کس گروہ نے زیادتی کی۔ اور کس کی طرف سے ہوئی دونوں گروہوں میں چند سرکردہ انسان ہیں۔ ایک نے دوسرے پر الزام دیا۔ اور اس طرح ایک غیر احمدی کی نگاہیں سب کے سب زیر الزام ہو گئے۔ بتاؤ میرزا نے آکر کیا بنایا؟ آہ کس قدر صاحب بصیرت وہ انسان تھا۔ جس کا نام **نورالدین** ہے۔ کیا وہ ساری عمر تم کو رفض کے خطرہ سے متنبہ نہیں کرتا رہا۔ کیا شیعہ صاحبان کا یہ عقیدہ نہیں۔ کہ اہلبیت اور چند اصحاب کے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد معاذ اللہ سب کے سب منافق تھے۔ کیا ہمیں حضرت قبلہ حکیم صاحب بار بار ایک شیعہ مجتہد کی تفسیر آیت واذا خلوا الی شیاطینھم سُنایا نہ کرتے تھے۔ جہاں اس نااہل نے لکھا

ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد منافق تھے۔ اور ان کا رأس رئیس عمرؓ تھا۔ یہ کیوں حضرت قبلہ حکیم صاحب نے ہمیں بار بار بتلایا۔ اس لئے کہ ہماری جماعت پر ایک وقت آنے والا تھا۔ جب تاریخ نے واقعاتِ ماضیہ دُہرانے تھے۔ جب ہم نے عملاً بالفاظ مجتہد شیعہ یہ کہنا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کے اردگرد ایک منافقوں کا گروہ تھا۔ اور ان کا رأس رئیس محمّد علی تھا۔ وہ وقت نورالدینؓ کے بعد ہی آگیا۔ کیا ہم ان لوگوں کو آج منافق نہیں کہتے۔ جو مسیح موعود کے اردگرد بیٹھتے تھے۔ او مومنوں کو منافق کہنے والو! کیا یہ سچ نہیں کہ **لاھور** کے ممبروں پر حضرت اقدس مسیح موعود کی خاص نظر عنایت تھی۔ نام تو کسی مصیبت سے مصیبت کے وقت کا جو حضرت مسیحؑ پر آیا ہو۔ اور ان کے سوائے کسی اور کو انھوں نے اپنے خاص مشوروں میں شریک کیا ہو۔ نام تو سلسلہ کے کسی عظیم الشان کام کا جس میں محض اپنی توجہ اور عنایت سے ہمارے امام نے اپنے غلاموں کو خاص طور پر شامل نہ کیا ہو۔ میرے آقا کا مشن جمالی مشن تھا۔ ان کے جنگ، قلم اور زبان کے جنگ تھے۔ پھر بتلاؤ ان جنگوں میں محض اُس نے اپنی مہربانی سے کون سپہ سالار چُنے۔ اور کون ہے جس کو شاہ جاپان کے لئے کتاب لکھ کر بطور قاصد میرا میرزا بھیجنا چاہتا تھا۔ خدا نے چاہا تو اُس کی یہ خواہش پُوری ہو کر رہے گی۔ کیا اگر بروزی طور پر میرے آقا مکرم لیظہرہ علی الدین کلہ کے مصداق تھے۔ تو کیا خود حضرت سید محمد احسن صاحب قبلہ نے حضرت مولوی محمد علی صاحب کو ان امُور کا **ذریعۂ مظہر دسمبر ۱۹۱۱ء** کی ایک تقریر میں میری موجودگی میں قرار نہیں دیا۔ اور کیا یہ جھوٹ ہے۔ کہ اسی کی قلم کو اللہ تعالٰے نے اسلام کی شوکت کے لئے استعمال کیا؟ کیا تم واقعات کو مٹا سکتے ہو۔ وہ لعنتی ہے۔ جس کو اظہار خدمات منظور ہو۔ سوال صرف یہ ہے۔ سوچو اور غور کرو۔ اگر بعض سلسلہ کے خادم حضرت میاں صاحب سلمہٗ سے بعض اصول میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اور ان اختلافات کی بنا پر انھیں یہ اصول سمجھ نہیں آتا۔ کہ ان سے ایک شخص رائے میں اختلاف بھی رکھ سکتا ہے۔ اور ان کی بیعت بھی کر سکتا ہے۔ اور یہ ان کی رائے محض نیک نیتی پر مبنی ہے۔ تو بالفرض اگر یہ ان کی رائے خدا کے نزدیک غلط بھی ہو۔ تو کیا یہ غلطی جو محض نیک نیتی سے ہو رہی ہے۔ صرف اس کی وجہ سے وہ خائن۔ بدکردار اور غدار بن گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چلو تمہارے نتائج ہی درست سہی۔ تو بتلاؤ پھر حضرت مسیح موعود کی

تربیت اور فیض صحبت نے کیا نتیجہ پیدا کیا۔ کیا کونوا مع الصادقین۔ پر عمل کرنے والوں کو بھی پھل ملا کرتے ہیں کیا۔ اسلئے حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے پاس آکر رہو۔ اپنے وطنوں کو چھوڑو۔ اور میری نظر تلے رہو۔ کیا ہم میں سے بعض من وجہٍ یا فی الواقعہ آپ کی زندگی میں ہی مہاجر نہیں بنے۔ کیا ہم نے ہر ایک کوشش ان کو خوش کرنے کے لئے نہیں کی۔ کیا انھوں نے عملاً۔ فعلاً اور قولاً بالواسطہ یا بلا واسطہ اپنے سلوک اور طریق عمل سے ہمارے متعلق اپنی خوشنودی مزاج کا اظہار نہیں فرمایا۔ اچھا اور امور کو جانے دو۔ تم خود اپنے ایمانوں کو سامنے رکھ کے بتلاؤ۔ کہ ان لوگوں کے متعلق جن کو تم آج منافق۔ فاسق اور غدّار کہتے ہو۔ حضرت صاحب کی موت کے دن تک تمہاری کیا رائے تھی۔ میرا سوال عام طور پر جماعت سے ہے۔ نہ کسی خاص فرد سے جس کے معاملات ذاتیات میں مدّت سے رنگین ہوں۔ پھر اگر ہم فی الواقع ایسے ہی ہیں یا اُن کی وفات کے بعد ایسے ہو گئے ہیں۔ تو پھر حضرت صاحب کی مسیحیت کیا معنے رکھتی ہے۔ اِن کا فیض صحبت معاذ اللہ کس قدر بے تاثیر نکلا۔ یاد رکھو۔ یہ بزرگ معجزات اور پیشین گوئیاں کرنے نہیں آتے۔ جیسے میں نے ابھی عرض کیا ہے۔ ان کی اصلی غرض تو اصلاح نفوس ہوتی ہے۔ اب اگر تمہارے نتائج درست ہیں تو فی الواقعہ مسیح موعودؑ دنیا سے ناکام گیا۔ پھر کس بنا پر میاں صاحب نے تحفۃ الملوک میں ذیل کی عبارت لکھی ہے:

"پس مسیح موعود کی اندرونی اصلاح کا یہ کام ہے۔ کہ آپ نے ایک زبردست جماعت قائم کر دی ہے۔ جو تقویٰ اور طہارت میں ایک نمونہ ہے۔ اور دشمن بھی اس بات کے معترف ہیں کہ جہاں کوئی شخص احمدی ہوتا ہے۔ اس کا رنگ ہی بدل جاتا ہے۔ اور اس کے اندر ایسی اصلاح پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کی پہلی زندگی کا اگر نئی زندگی سے مقابلہ کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے اور ہزاروں ہیں جو اخلاص میں ترقی کرتے کرتے صحابہ کا نمونہ ہو گئے ہیں۔ اور دین کے لئے اپنی جان اپنا مال اور اپنا وطن اور اپنے عزیز و رشتہ داروں کی قربانی اُن کی نظروں میں حقیر ہے دنیا کے لوگوں کی نظروں میں وہ غریب اور کمزور ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے حضور اُن کو ایسی عظمت حاصل ہے کہ ان کو دُکھ دینے والے کبھی سکھ نہیں پاتے۔ اور جو شخص اُن کو ستاتا ہے وہ ضرور ذلّت و رسوائی کا مُنہ دیکھتا ہے۔ یا سنّت اللہ کے ماتحت اگر ایک قلیل حصّہ اس

جماعت کا بھی کمزور ہو اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم سے فائدہ نہ اٹھا سکا ہو تو وہ اور بات ہے اور کسی حصہ کا کمزور ہونا اس سلسلہ کی صداقت کے منافی نہیں۔ کیونکہ کمزور آدمی ہر جماعت میں موجود ہوتے ہیں۔ حتےٰ کہ صحابہ میں بھی تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام تک ایک گروہ منافقین کا موجود تھا۔ پس ایک قلیل گروہ کو چھوڑ کر اس جماعت پر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل ہیں۔"

میاں صاحب نے نہایت عقلمندی سے چند منافقین کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ساتھ ہی آنحضرت صلعم کے اردگرد منافقین کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ لیکن کیا آنحضرت صلعم کو منافقین سے خدا تعالےٰ نے اطلاع نہ دی تھی۔ اور پھر آنحضرت کی زندگی میں منافقین کو متمیز اور الگ کرنے کے سامان نہ پیدا کئے گئے۔ ایسا ہی اگر مرزا صاحب واقعی احمد کا بروز ہیں۔ جیسے میرا اور تمہارا ایمان ہے۔ پھر جن کو تم منافق کہتے ہو اُن کے شر سے کیوں حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ نے تادم واپسین آگاہ نہیں کیا۔ پھر میں پوچھتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد کے منافقین کیا حضرت صلعم کے ایسے ہی قریب اور منظورِ نظر تھے جیسے مرزا صاحب کے منظورِ نظر تمہارے مزعومہ منافق ہیں۔ ہاں بات اگر بن سکتی ہے تو محض شیعہ صاحبان کے اصول پر نہ سنّت والجماعت کے طریق پر۔ الغرض ایسے عقائد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ناکام گئے اور نہ وہ مزکّی تھے۔ لیکن میرا ایمان ہے کہ میرا مسیح ضرور کامیاب گیا۔ خدا نے اس کی کامیابی پر گواہی دی۔ اس کے غلاموں اور شاگردوں نے اسلام کی وہ خدمت کی۔ جو اس جیسے اُستاد کی تربیت کے شایان تھی۔ اُس نے ہی دُنیا میں مُردے زندہ کئے۔ وہ بالکل سچ کہتا تھا۔ ؎

بشنوید اے مُردگاں من زندہ ام

اے شبانِ تارمن تابندہ ام

اُس کے الفاظ میں مسیحیت تھی۔ اُسکی صحبت میں حیات تھی۔ اُس نے فی الواقعہ مُردے زندہ کئے۔ اسکے زندہ کردہ مُردے آج بھی زندہ ہیں۔ اور زندوں کے کام کرتے ہیں لیکن اگر تمہارے نتائج درست ہیں۔ تو مجبوراً یہی کہنا پڑے گا کہ خدا کا مسیح معاذ اللہ ناکام گیا۔ آہ تم نے ایسی باتیں کہہ کر اس فطرت شناس کی شہرت پر داغ لگایا۔ کیا وہ ہمارے ایمان کے مطابق وحی خفی سے ہمیشہ پر ورش نہ پاتا تھا۔ کیا وہ اس جماعت میں سے نہیں تھا۔ جس کو خدائے تعالےٰ

کبھی غلطی پہ نہیں رکھتا۔ پھر اگر تمہارے معتقدات، درست ہیں جیسے کہ تم کہتے ہو اور واقعی بعض اکابرین سلسلہ کے اندر گند بھرا ہوا تھا۔ جو آج نکل رہا ہے۔ تو کیوں خدائے تعالےٰ نے ایسے گندوں کی مقاربت اور مجاورت میں اسے تادمِ مرگ رکھا۔ کیوں ان خائنوں کے زیر قلم قوم کے لکھوکہا روپے رکھے کیا وہ ان سے ڈرتا تھا۔ وہ احمدی نہیں جو ایسا عقیدہ رکھے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ہر سرکاری آفیشیل کے پاس وہ انہیں لوگوں کو بطور وفد بھیجا کرتا تھا۔ اگر شیعیت کی تردید میں یہی کہنا کافی ہے۔ کہ صحابہ کبار اگر منافق و فاسق تھے تو پھر خود آنحضرت صلعم کی تربیت، و تعلیم ناقص تھی۔ جیسے کہ حضرت اقدس حکیم صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب کہتے رہے تو آج میں حضرت اقدس کے متعلق یہی کہوں گا۔ کہ اگر محمد علی اور اُس کے دوست ایسے ہی ہیں جیسے تم نے چربہ اتارا ہے۔ تو پھر نہ مرزا کی تعلیم درست نہ تربیت درست، نہ وہ مردم شناسی کا مادہ اپنے اندر رکھتا تھا۔ خدائے تعالےٰ مجھے اور دوسرے احمدیوں کو ایسے بد عقاید سے بچائے رکھے۔ آہ! ضدیت اور تعصّب تیرا ستیاناس۔ تو انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتی ہے۔ مثلاً اس معاملہ میں کہ بیعت میں جو مسئلہ فسق کا شروع ہوگیا۔ اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ میاں صاحب کی بیعت نہ کرنے والا فاسق ہے۔ اس کے جواب میں جب ایک مولوی صاحب کو لاہور میں بالمقابل کہا گیا۔ کہ جناب علیؓ کی بیعت بھی آخر حضرت عائشہؓ، زبیرؓ اور طلحہؓ نے نہیں کی تھی تو اُنھوں نے بلا خوف و خطر میں نے سُنا ہے کہ ان ہر سہ بزرگوں پر بھی وہی فتویٰ لگایا۔ آؤ ضد او رتعصّب سے اپنی بصیرت کو دھندلا مت کرو، سوچو اور غور کرو۔ اس امر سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ حضرت اقدس کے خاص الخاص فیض یافتگان میں سے بعض بزرگ حضرت قبلہ میاں صاحب سلمہ کے بیعت شدہ بھی ہیں۔ میرے نزدیک یہی امر نہایت حزم و احتیاط کو چاہتا تھا۔ جب حضرت صاحب کے خاص الخاص فیض یافتگان اور ان کے معتمد علیہ ان معاملات میں آپس میں اختلاف رکھتے تھے تو نہایت ضروری تھا کہ ان معاملات اختلافیہ کو نہایت دانشمندی اور نہایت استقلال۔ نہایت نرمی اور پھر سب سے بڑھکر بڑی بڑی دُعاؤں کے ساتھ طے کیا جاتا۔ نہ یہ کہ ہماری زبانوں کی چھُریاں ایک دُوسرے پہ چلیں۔ آج ہم ان غیر احمدیوں سے بھی بڑھ گئے۔ جن کی حرکات کو خود

سلیم المزاج غیر احمدی ہمارے متعلق پسند نہ کرتے تھے۔ کیا وہ نظمیں جو لدھانے کا سعدی حضرت اقدس کے متعلق لکھا کرتا تھا۔ ہم نے اُس سے زیادہ گندی نظمیں نہیں لکھیں۔ ہمارا لٹریچر آجکل اگر کوئی پڑھے تو بالکل گالیوں سے اور بدزبانی سے مملو ہے۔ پھر ہم نے تو اس پر بس نہیں کی۔ ہم نے تو اپنی تحریروں سے اپنے بھائیوں کو جیل تک پہنچانے میں کمی نہ کی۔ ہم تو مخبریوں سے باز نہیں آئے۔ ہمنے تو رات دن تمنائیں ظاہر کیں کہ کب کسی ہمارے مخالف رائے کی دنیا میں ذلت ہوتی ہے۔ تاکہ کسی کا ایک نشان قائم ہو۔ آؤ خدارا ان باتوں سے باز آئیں۔ ہمارے ہاتھ سے احمدیت کو وہ ذلت پہنچی ہے کہ بناہ بخدا۔ واللہ العظیم اس سلسلہ ربانی نے گذشتہ سالہا سال کے دوران میں وہ حاصل نہ کیا۔ جو ان چند مہینوں میں گنوا دیا۔ دیکھو خدا کا الہام ہے کہ مسلمانوں کے دو فریق ہیں۔ خدا ایک کے ساتھ ہوا۔ اور یہ سب پھوٹ کا نتیجہ۔ اگر یہ خدا کی باتیں تھیں جو پوری ہوئیں اور یہ سچ ہے کہ خدا ایک کے ساتھ ہی ہوگا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ الہام بالکل مایوس کن نہیں۔ تفریق کا باعث اسمیں صرف پھوٹ بتلایا گیا ہے۔ نہ کوئی صداقت اس لئے پھوٹ تو دور ہوسکتی ہے۔ اختلاف رائے اور پھوٹ مترادف نہیں۔ اور ہرگز نہیں۔ اختلاف رائے پھوٹ سے الگ ہوکر رحمت بن جاتی ہے۔ کیا ہم اس قابل نہیں کہ اس پھوٹ کو اپنے اندر سے نکال دیں۔

پیار۔ تحمل۔ بردباری اور ٹھنڈے دل سے کام لو اور سلامت روی سے ان امور کا نہایت تہذیب کے ساتھ فیصلہ کرلو۔ جو اس وقت ایک دوسرے سے جدا کر رہے ہیں کسی ایک کو سردار سلسلہ تو مان لینا کوئی مشکل کام نہیں۔ اگر خالی یہی سوال۔ تمہارے درمیان ہو تو میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اس کا انفصال اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ تو ایک دن میں ہوسکتا ہے لیکن دراصل ہم میں اختلاف بعض اصولوں پر ہے۔ اس کے انفصال کی کوئی راہ سلیم سوچنی چاہیئے۔ اگر سلسلہ کی شیرازہ بندی کے لئے یہی سمجھتے ہو کہ ضرور ایک امیر تم میں ہو۔ اور میں خود بھی اس امر کا قائل ہوں۔ اور یہ بھی خیال ہے۔ کہ اصول مختلف فیہ کا انفصال بعد میں ہوجاوے تو پھر امیر کا انتخاب کسی ایسے طریق پر رکھو جو عقائد اور اصول اختلافیہ کا بھی سردست خون نہ کرے اور امیر بنا لے۔ حضرت میاں صاحب نے اس مشکل کو اپنی راہ میں حضرت خلیفہ مغفور کی زندگی میں ہی دیکھ لیا تھا۔ اور حضرت قبلہ کی زندگی کے غالباً آخری ہفتہ میں الفضل کے ذریعہ

یہ شائع کیا گیا کہ پیر و مرید میں عقائد میں اختلاف ہو سکتا ہے چنانچہ بعد میں انھوں نے اعلان کر دیا کہ **اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا اُن سے عقائد میں اختلاف رکھ سکتا ہے!**

میری ناقص رائے میں یہ حل اس وقت کا نہیں جو ان کی راہ میں ہے۔ ہم نے جو اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنی ہے۔ تو کسی ملک کے انتظام کے لئے تو نہیں۔ بلکہ چند عقائد اور اصول کے قیام اور اجرا کے لئے ہم نے چند باتیں حضرت مسیح موعودؑ سے سیکھی ہیں۔ اُنکی اشاعت ہمارے ذمہ ہے۔ ہم نے اس کے لئے متفقہ کوشش کرنی ہے۔ ہم ایک کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ کہ ہم آپ کی اطاعت میں ان عقائد اور اصولوں کی اشاعت کریں گے۔ اب جس عقیدہ کو میں صحیح سمجھتا ہوں۔ اور اس کی اشاعت کو اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ وہ اگر میرے مرشد کے عقیدہ اور رائے کے خلاف ہے۔ تو پھر میں کس طرح اس کی اشاعت کروں۔ اس کی اشاعت تو خود گویا مرشد کی اطاعت سے انحراف ہے۔ اگر خاموش رہوں۔ عقیدہ تو رکھوں۔ لیکن اس کا اعلان نہ کروں اور اپنے مرشد کو اپنے خلاف عقیدہ اعلان کرتے دیکھوں اور خاموش رہوں تو پھر کیا یہ منافقت نہیں۔ میری اس عرضداشت پر خود حضرت میاں صاحب بھی غور فرماویں۔ مثال کے طور پر میں کسی کلمہ گو کی تکفیر جس نے کسی مومن کی تکفیر نہ کی ہو۔ ایک غلط عقیدہ سمجھتا ہوں۔ میرا اس پر ایمان ہے کہ اس سے اسلام اور خصوصاً احمدیت کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ میرے نزدیک احمدیت کے ہر دلعزیز نہ ہونے اور اس کی عدم اشاعت کا پہلا باعث یہی تکفیر ہے۔ جس کا فتویٰ ہر ایک غیر احمدی کو دیا گیا ہے۔ میرے پاس یقین کرنے کے وجوہ بھی ہیں۔ مثلاً جب حضرت میاں صاحب نے ایک کفر نامہ تیار کیا۔ اور وہ امرتسر میں چھپا۔ لیکن اسکی اشاعت میں نے سُنا ہے کہ حضرت قبلہ حکیم صاحب نے بند کر دی۔ تو اسکی چند کاپیاں مخالفین کے ہاتھ میں آگئیں۔ انھوں نے امرتسر میں اپنی لاگت سے اس کی پانچہزار کاپیاں شائع کیں۔ بلکہ جہاں جہاں ان دنوں احمدی مبلغ گئے۔ وہاں ان کے کلام کو بے تاثیر کرنے کے لئے یہی کفر نامہ ان کے جانے سے کئی روز پہلے شائع کر دیا گیا۔ یہ امر اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ دُور دُور ہمارے دشمن بھی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ احمدیت کی روک یہ کفر نامہ غیر احمدیوں کے لئے ہے اور امرتسری مخالفین کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے خرچ سے پانچہزار کاپیاں میاں صاحب کی تصنیف کی شائع کیں۔

الغرض میں علیٰ وجہ البصیرت یہ مانتا ہوں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے کسی کلمہ گو کی جو اُن کا مکفّر نہیں تکفیر نہیں فرمائی۔ اُنھوں نے اس امر سے احتراز کیا۔ اور میرے نزدیک یہ عقیدہ احمدیت کے خلاف اور اس کی اشاعت کے لئے سخت مضر ہے۔ یہ میرا ہی عقیدہ نہیں بلکہ کثرت سے احمدی اور میاں صاحب کے مبایعین بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ بالمقابل میاں صاحب غیر احمدیوں کو نہ صرف کافر ہی جانتے ہیں بلکہ جیسے کہ میں نے سنا ہے اُن کا یہ بھی گمان ہے کہ جب تک غیر احمدی کو کافر نہ کہا جاوے۔ وہ احمدیت کی طرف توجہ بھی نہ کرے گا۔ ہاں یہ تو سچ ہے۔ بشرطیکہ ایسے مکفّر کی وقعت کسی غیر کی نگاہ میں ہو۔ بہر حال خدا ہی جانتا ہے۔ کہ دونوں میں سے کون صحیح عقیدہ پہ ہے۔ ہم یا میاں صاحب!

اب آپ خود غور کریں کہ ان دو متضاد عقائد کے ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے ہاتھ میں امانت و دیانت کے ساتھ کس طرح بک سکتا ہے۔ پھر یہی مشکل نہیں۔ ایک اور مشکل بھی ہے۔ میاں صاحب کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ **وہ بحیثیت خلیفہ ہونے کے غلطی پر نہیں**۔ اب جو شخص حضرت میاں صاحب سے عقیدہ میں اختلاف رکھتا ہے۔ کیا وہ میاں صاحب کو اپنے علم و یقین میں کم از کم اس عقیدہ میں غلطی پر نہیں سمجھتا۔ سمجھ نہیں آتا۔ کہ یہ دو ضدیں کس طرح ایک سر میں سما سکتی ہیں۔ ایک طرف تو میں غلطی پر سمجھوں دوسری طرف میں یہ عقیدہ رکھوں کہ وہ غلطی نہیں کر سکتے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ یہ طریق عمل ہی خطرناک نتائج سے خالی نہیں۔ **اس طریق سے ایک ہاتھ پر جمع کرنا اتفاق نہیں۔ بلکہ انتشار کا موجب ہے۔ اتفاق عقائد کے اتفاق سے ہوا کرتا ہے۔** موجودہ طریق کے ماتحت ہر ایک مرید کا حق ہے کہ وہ میاں صاحب کے عقائد سے یہ عقیدہ تراش لے۔ اب بتلائیے اس طرح ہم قوم کو جمع کرتے ہیں یا منتشر کرتے ہیں۔ یہ باتیں میں وہمی طور پر نہیں کہتا۔ بلکہ میرا یہ قیاس بعض حالات میں حقیقت تک پہنچ گیا ہے۔ میں جہاں تک سمجھتا ہوں میاں صاحب حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلعم کا غلام اور مرزا صاحب کی نبوت کو ایک ظلّی نبوت ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن میں ان کے مبایعین کے متعلق عجیب عجیب باتیں سنتا ہوں۔ اور میرے سنانے والوں نے حلفاً اپنے بیان مجھے مسجد میں دیئے ہیں۔ وہ باتیں اس قسم کی ہیں کہ جو میرے نزدیک

میرے آقا پر کذب افترا ہیں کہا جاتا ہے **کہ میرزا صاحب کامل اور مستقل نبی ہیں** ۔ کہا جاتا ہے کہ میرزا صاحب آنحضرت صلعم کے برابر ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں آنحضرت صلعم سے زیادہ ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ نہ صرف میرزا صاحب ہی مستقل نبی ہیں ۔ بلکہ خود میاں صاحب بھی ایک نہایت عظیم الشان نبی ہیں ۔ اگر کمی ہے تو صرف عمر کی کمی ہے ۔ **چالیس سال** کے بعد آپ کو خلعت نبوّت عطا ہونے والا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس شان کا نبی ہے کہ اُس کی جُوتیوں کے تسمے بھی کھولنے کے قابل آنحضرت صلعم کے صحابہ کبار نہ تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ محمدؐ سے احمد بڑھ کر ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ محمدؐ کا نام احمد نہ تھا ۔ میں نے یہ باتیں خود نہیں سُنی پر میں خدا کو شاہد رکھ کر عرض کرتا ہوں کہ یہ باتیں مجھے بعض لوگوں نے حلفاً سُنائی ہیں کہ انھوں نے میاں صاحب کے بعض مبایعین سے سُنی ہیں ۔ مجھے ان کے متعلق بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ۔ کوئی ان کو غلط سمجھے یا صحیح ۔ لیکن میرے ایمان ویقین میں ایک شخص ان عقائد کو رکھ کر نہ تو احمدی رہ سکتا ہے اور نہ مسلمان ۔

میاں صاحب کا اپنا خط جو ڈاکٹر محمد عمر صاحب کے بھائی کے نام ہے ۔ اس سے ان عقائد باطلہ کا بطلان تو ہوتا ہے ۔ اگرچہ اس خط میں **مصلحت وقت والا فقرہ** ان غالیان نبوت مستقلہ مرزا صاحب کے غلو کی اور پرورش کرتا ہے ۔ بہرحال جہاں تک مجھے علم ہے ۔ حضرت میاں صاحب کا یہ عقیدہ نہیں ہے ۔ پھر ان کے مبایعین کیوں ان باطلہ عقائد پر زور دیتے ہیں ۔ یہ صرف اس بات کا نتیجہ ہے کہ حسب ارشاد میاں صاحب ان کا مریدان سے محض عقائد میں اختلاف رکھ سکتا ہے ۔ اب میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں ایک عرض کرتا ہوں وہ خدارا اس الحاد کا سدّباب کریں ۔ وہ اسی مسئلہ کے متعلق اپنا صحیح عقیدہ لکھیں ۔ میں نہ ان سے بحث کا طالب ہوں نہ لمبی چوڑی کسی تقریر کا خواہاں ۔ وہ صرف دو سطروں میں اپنے عقیدہ کا اعلان کریں ۔ کہ کیا وہ حضرت مسیح موعود کو مستقل حقیقی اور کامل نبی مانتے ہیں ۔ کیا وہ حضرت مرزا صاحب کو آنحضرت صلعم کا ہم پلہ اور برابر مانتے ہیں ۔ یا آپ کو خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک غلام اور خادم اور محض اُسی کی غلامی اور اسی

کی اطاعت کے باعث ظلّی نبی اور مجدّد۔ حذارا وہ خود اپنے دستخط سے اس عقیدہ کا اعلان کریں۔ اور اگر ان کا عقیدہ وہ ہے جو میرا ہے۔ جس کو میں نے شروع میں لکھ دیا ہے تو پھر ان لوگوں کو اپنی بیعت سے خارج کریں۔ جو ایسے عقائد فاسدہ رکھتے ہیں۔ اور پھیلاتے ہیں۔ یہ سمجھ لینا کوئی مشکل امر نہیں کہ کیوں یہ عقائد وجود میں آئے۔ جب حضرت میاں صاحب کے مریدین نے آیت استخلاف کا مصداق آپ کو سمجھا تو پھر یہ بھی ضروری ہوا کہ آپ کو کسی مستقل نبی کا خلیفہ قرار دیا جاوے۔ قدرتاً ذہن اس طرف منتقل ہوتے کہ مرزا صاحب مستقل نبی ہونے چاہئیں۔ بات یہ ہے میاں صاحب کی خلافت سے انکار کرنے والے تو ہی فاسق بن سکتے ہیں۔ جب میاں صاحب کو کسی مستقل نبی کا خلیفہ قرار دیا جاوے۔ اور وہ ہو نہیں سکتا جب تک ختم نبوت سے انکار کر کے حضرت مرزا صاحب کو مستقل نبی نہ بنایا جاوے۔ اسی طرح کا فرصریح نص قرآن سے ہو نہیں سکتے جب تک اسمہٗ احمد میں احمد سے مراد حضرت مرزا صاحب نہ سمجھے جائیں۔ یہ تو منطقی مصیبتیں ہیں جو غلط عقائد کے ماتحت قائم ہو جاتی ہیں۔ آہ مرزا صاحب کی اپنی تصانیف میں آنحضرت صلعم کو احمد کے نام سے بلا نصد دفعہ سے زیادہ لکھا ہے۔ اور اسمہٗ احمد آیت کی تفسیر آپ تیس دفعہ برابر کریں، اور بار بار لکھیں کہ اس سے مراد محمد صلعم ہیں۔ ہاں میں آنحضرت صلعم کی شان احمدیت کا بروز کامل ہوں۔ یہی سچا عقیدہ ہمارا ہے۔ خود آنحضرت صلعم کا نام آپ کی والدہ نے احمد رکھا ہو۔ خود آپ کے چچا ابو طالب مجھے ایسا یاد پڑتا ہے۔ اپنے اشعار میں انھیں احمد کہیں، اور آج محض آیت استخلاف کے اطلاق کیلئے یہ مشہور کیا جاوے، کہ آنحضرت صلعم کا نام ہی کسی نے احمد نہیں رکھا۔ میرا یہ ایمان ہے۔ کہ میرے آقا میرزا صاحب آنحضرت صلعم کے اسم احمد کے بروز اور مظہر تھے۔ میرا یہ ایمان ہے کہ آیت اسمہٗ احمد میں بروزی طور پر یہ مرزا صاحب کی طرف اشارہ تھا۔ لیکن میرا یہ ایمان نہیں۔ اور ہرگز نہیں کہ اس آیت کا مصداق آنحضرت صلعم نہ تھے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر حضرت مرزا صاحب کو اس آیت کی ذیل میں ہم لاتے ہیں۔ تو صرف بالواسطہ طور پر نہ اس کی اپنی ذات کی وجہ سے۔ بلکہ احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ

صلعم کی کامل اتباع کے باعث۔ اس کے متعلق بھی خود میاں صاحب اپنا عقیدہ مختصر الفاظ میں شائع کریں۔ آہ! ان دونوں عقیدوں نے خواہ یہ میاں صاحب کے ہیں یا نہیں۔ احمدیت کو خطرناک صدمہ پہنچایا۔ اور وہ تمام باتیں جو افتراءً اور الزاماً ہم پر لگائی جاتی تھیں۔ ان کو آج سچ کر دکھایا۔ کیوں غیر احمدی یہ نہ کہیں۔ کہ ہمارا کلمہ کلمۂ محمدؐ سے الگ ہے۔ کیوں وہ یہ نہ کہیں کہ ہم قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ بلکہ مرزا صاحب نے ہمارے لئے کوئی نئی شریعت تجویز کر دی ہے۔ وہ کیوں نہ کہیں کہ ہم توجہ کرنا ضروری نہیں سمجھتے، مجھے خود میرے ملنے والوں نے کہا۔ کہ میں نے اپنے مرشد کی تعلیم کے خلاف فریضۂ حج ادا کیا۔ کیونکہ قادیان میں ہو آنا ہی ہمارے نزدیک کہا جاتا ہے۔ کہ حج کے برابر ہے۔ العیاذ باللہ من ھٰذہ الھفوات والخرافات۔

پیارو! تم احمدیت کو تو کیا پھیلاؤ گے۔ سنو اور ہوش سے سنو۔ اگر وہ خبر درست ہے جو مجھے گذشتہ ہفتہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوئی ہے۔ تو تمہاری رفتار احمدیت جو نہایت سرعت سے خراساں اور حدود افغانستان میں جاری تھی ختم ہوگئی۔ اور بہت سے احمدی احمدیت سے الگ ہو گئے۔ اور اس کی ذمہ دار وہی مسئلے ہیں۔ جیسے مجھے اطلاع ملی۔ ایک تکفیر غیر احمدیان اور دوسری مرزا صاحب کی نبوّتِ مستقلہ۔ کوئی شخص نفاق کے سوائے اس عقیدہ پر افغانستان میں نہیں رہ سکتا جو تکفیر غیر احمدیت سے وابستہ ہے۔ پھر آنحضرت کے بعد کسی کو آپ کے برابر جاننا یا اس کو مستقل نبی ماننا کسی کو کفر و ارتداد تک آسانی سے پہنچا سکتا ہے۔ جاؤ کل مرزا صاحب کی تصنیف چھان مارو۔ ان کے سارے کلام کا خلاصہ ذیل کے دو الفاظ ہیں۔ جو میں نے اپنا ایمان بیان کرتے ہوئے ابتدا میں آئینہ کمالاتِ اسلام سے نقل کئے۔

"خدائے تعالےٰ خوب میداند کہ من عاشق اسلام و فدائے سیّد انام وغلام احمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میباشم۔"

دیکھو ان کے وہ الفاظ جو انھوں نے سنہ ۱۸۹۱ء میں کہے:۔

"میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوّت و رسالت کو کاذب و کافر جانتا ہوں۔"

پھر اُن کی آخری کتاب حقیقۃ الوحی جہاں انھوں نے موٹے حروف میں اپنی نبوّت کو مجازی کہاہے نہ اصلی۔ الفاظ یہ ہیں :-

انی سمیت نبی من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ

صفحہ ۶۴۔ تتمہ حقیقت الوحی۔

آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ۱۸۸۹ء میں کیا۔ ۱۸۹۱ء کے تو وہ الفاظ ہیں جہاں وہ آنحضرت کے بعد مُدّعی نبوّت ورسالت کو کاذب و کافر جانتے ہیں۔ اور اپنی آخری تصنیف میں اپنی نبوّت کو مجازی قرار دیتے۔ اور حقیقی نبی ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

"میں نے ان معاملات میں حضرت میاں صاحب کو اسلئے مخاطب کیا ہے کہ بعض وقت قادیان سے ایسی تحریریں نکلتی ہیں۔ جو وہاں سے نکلنی نہ چاہئیں۔ یہ تو سچ ہے کہ وہ میاںصاحب کے نام اور دستخط سے نہیں ہوتیں۔ لیکن وہ عام طور پر میاں صاحب کی طرف سے ہی سمجھی جاتی ہیں اور پھر بعد میں میاںصاحب کی طرف سے ان کی تردید کا نہ نکلنا ایسی تحریروں کو ان کی طرف سے ہونا ثابت کر دیتا ہے۔ کیا ہم اس تحریر کو جو **الفضل مورخہ دسمبر ۱۹۱۴ء** میں **بعنوان" ہمارے تعلقات کس کے ساتھ ہونے چاہئیں"**۔ نکلی۔ حضرت میاں صاحب کی طرف سے سمجھیں۔ اس تحریر میں یہ اشارہ کیا گیاہے کہ **میاں صاحب کے مبائعین غیر مبائعین سے نہ ملیں نہ جُلیں۔ نہ ان سے تمدنی تعلّق رکھیں۔ نہ ان کے ہاں کھائیں نہ پئیں**۔ یہی تحریر ہے جس کے باعث میں نے پسند نہ کیا۔ کہ قادیان میں مبائعین اور غیر مبائعین جمع ہوں۔ اگرچہ میرا ارادہ پہلے تھا۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ اس مضمون کا اثر عام طبیعت پر کیا پڑیگا۔ نہ یہ کہ اس کا لکھنے والا حسب ضرورت اس کے کیا معنے کر سکتا ہے۔ کیا عین **جلسہ کے وقت جب کہ ممکن تھا۔ کہ کوئی صلاحیت کی راہ نکل آوے۔ ایسی تحریروں کا نکالنا کسی خیر و خوبی کا موجب** ہوسکتاہے۔ یا **اس تحریر سے مبائعین سے اس قدر متنفر** ہوسکتے ہیں۔ کہ نہ انسے سلام و کلام کریں۔ نہ ان کے ساتھ ملکر کھائیں نہ پئیں۔ اس تحریر کی غرض اس فساد کی خلیج کو اور بڑھانا ہے۔ جو ہم میں موجود ہے۔ جب احمدی غیر مبائعین سے نہ تم بول سکتے ہو نہ سلام

و کلام کرسکتے ہو۔ نہ ان کے ساتھ کوئی تعلق رکھ سکتے ہو۔ بلکہ جس وقت وہ تمہارے سامنے آویں لاحول پڑھنے کا تمہیں حکم ہے۔ تو پھر غیر احمدی تو ان سے بدرجہا بدتر ہیں۔ جب احمدی غیر مبائعین کے ساتھ تم اس سلوک کا وعظ کرتے ہو تو خدارا اس سلوک سے بھی ہمیں اطلاع دو جو غیر احمدی مسلمانوں سے تمہارا سلوک ہوگا۔ ساتھ ہی غیر مسلم لوگوں سے جو سلوک اس مضمون کا لکھنے والا از روئے ایمان پسند کرتا ہے۔ اس سے خلق خدا کو اطلاع دی جاوے۔ تا دنیا اس ممتاز عقیدہ سے مستفید ہو۔ آہ اس مضمون کے لکھنے والے نے اسلام کے پہلے اصول کی ہی پرواہ نہیں کی۔ آنحضرت نبی کریمؐ نے اسلام کی غرض وغایت تو شفقت علیٰ خلق اللہ ہی بتلائی ہے یہ تو نہیں کہا کہ شفقت علی المسلم اور تم تو مسلم چھوڑ احمدی تک سے شفقت کی راہوں کو روکنے لگے ہو۔ یہ مضمون دراصل ذمہ دار ہے میرے قادیان نہ جانے کا، حالانکہ میرا ارادہ تھا کہ میں فوراً ہی قادیان جاؤں۔ یہ مضمون ذمہ دار ہے اس بات کا کہ میں نے پسند تک نہ کیا۔ کہ مبائعین غیر مبائعین سر دست ایک جگہ جمع ہوں۔ مجھے یہ مضمون دلوں میں ان جوشوں کی تحریک کرنیوالا نظر آیا۔ جو متضاد طبائع کے ایک جگہ جمع ہونے کے مناسب حال نہ تھا۔ اور جس کا نتیجہ نقض امن ہو۔ اگر تو حضرت میاں صاحب کا اپنا بھی یہ عقیدہ ہے تو اپنے دستخط کے ساتھ الفضل میں یہ اعلان کریں کہ میں بھی یہی عقیدہ رکھتا ہوں۔ اور اگر یہ عقیدہ انکا نہیں تو پھر اس کی تردید کریں اور ان غیر ذمہ دار اشخاص کا کچھ علاج کریں جو ان تحریرات کا موجب ہو جاتے ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں اور آج سے نہیں بلکہ گذشتہ پانچ سات سال سے ان لوگوں کے طرز عمل سے خوب واقف ہوں۔ انکو یہ علم ہے کہ جو تحریر قادیان سے نکلتی ہے اس کے متعلق عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ واقعی جناب سلسلہ کی طرف سے ہے۔ اور پھر ان کو یہ بھی علم ہے کہ ایسی تحریریں بعض وقت قادیان میں ذمہ دار اشخاص کے علم میں بھی نہیں آتیں۔ یا علم میں آتی بھی ہیں تو پھر اس کی تردید عموماً کم ہوتی ہے۔ اس لئے یہ غیر ذمہ دار شخص ایسی تحریریں نکال کر اپنی منشاؤں کو پورا کر لیتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب اسکا سدباب کریں اور ان معاملات میں وہ خود اپنی قلم سے کچھ لکھیں۔

میں نے ابھی عرض کیا تھا۔ کہ دراصل ہماری جماعت میں بعض عقائد اور اصولوں کا اختلاف ہے۔ اگر کسی ایک کو خلیفۃ المسیح ماننے سے مراد یہ ہے کہ وہ

ہمارا سردار ہو اور اس کی سرکردگی میں ہم ان اغراض و مقاصد کو پورا کریں کہ جن کے لئے یہ ربانی سلسلہ قائم ہوا۔ اور وہ اغراض و مقاصد یہ ہیں کہ دنیا میں توحید پھیلے۔ یہی مشن کل انبیاء کا تھا۔ اس مشن کی آخری تکمیل آنحضرت صلعم کے ہاتھ سے ہوئی۔ چنانچہ آپ کے بعد خادمان اسلام نے کل شرکوں کا قلع قمع مختلف طریقوں پر کیا۔ ہاں توحید کی اشاعت میں آخری اور خطرناک روک ایک رہ گئی تھی۔ وہ ہے عقیدہ الوہیت مسیح۔ جس کی اصلی بنیاد ان دو عقائد پر ہے۔ حیات مسیح اور مسیح ناصری کی آمد ثانی۔ ضرور تھا کہ الوہیت مسیح کے قلع قمع کرنے کے لئے وفات مسیح کا مسئلہ روشنی میں آکر مسیح ناصری کی آمد ثانی کو باطل کردے۔ اور یہ نہ ہوسکتا تھا جب تک احمد مرسل کا کوئی غلام مسیح کا ہمسر ہوکر ان حقائق کا اعلان نہ کرے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو حضرت آقا مسیح موعود نے قصیدہ الہامیہ میں بیان فرمائی ؎

چوں کا فراز ستم بہ پرستند مسیح را
غیوری خدا بہ سرش کرد ہمسرم

والاّ ؎

من نیستم رسول و نیا وردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

پس میرے نزدیک یہ ایک مشن ہے مسیح موعود کا۔ اگر وہ مہدی ہے تو صرف اس لئے کہ ہماری اندرونی اصلاح کرے۔ اگر وہ مسیح ہے تو صرف اس لئے کہ اس کا وجود آمد ثانی اور حیات مسیح ناصری کے عقیدہ کا بطلان کرکے دنیا میں توحید پھیلائے۔ میں نے یہی لب لباب احمدیت کا سمجھا ہے۔ اب اگر اس سلسلہ حق کی غرض و غایت یہی ہے۔ اور اس کی اشاعت میں ہمیں ایک سردار کی ضرورت ہے۔ اس کا نام خلیفہ رکھو یا امیر۔ اس کی سرکردگی میں ہم مل جل کر صحیح شوریٰ کے ساتھ اتفاق یا کثرت رائے سے ان مہمات کو سلجھائیں، تو پھر ایسا خلیفہ چنا جاسکتا ہے۔ جس پر آجکل قوم کو اتفاق آسانی سے ہوسکتا ہے۔ اور انھیں معنوں میں ہم نے حضرت قبلہ حکیم صاحب

کو بطور خلیفۃ المسیح انتخاب کیا۔ جیسا میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ ہاں اگر خلیفہ سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک مامور کی حیثیت میں تسلیم کر لیا جاوے۔ اور اس کو غلطی اور خطا سے مصئون مان لیا جاوے۔ اس کے ارشاد کو ایک مامور کے ارشاد کے مطابق سمجھا جاوے۔ معاملات پر اس کا فیصلہ حضرت مسیح موعود کی طرح یا آنے والے مامور کی طرح قطعی ہو۔ تو ایسے خلیفہ کو تسلیم کر لینا چونکہ ہم میں سے بعض کے معتقدات کے خلاف ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ ان معنوں میں اصولاً ہم نے کبھی حضرت مخدوم مطاع حکیم صاحب کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا۔ اس لئے ایسا خلیفہ تسلیم کر لینا یا اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے سب کو مجبور کرنا خود بخود فرقہ میں تفریق و تقسیم کے اسباب پیدا کرتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اگر میں دیانت و امانت کے رو سے مسیح موعود کی یہی منشا سمجھوں کہ مامور من اللہ کے سوا کسی اور انسان کا فیصلہ معاملات قومی پر حاوی و ناطق نہ سمجھا جاوے تو پھر کس طرح میں کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر ہاتھ رکھوں جس کا عقیدہ ہو کہ خلیفہ کا فیصلہ سب مشوروں پر ناطق ہے اور میں تو اس طرح کی بیعت کو بالکل صحیح نہیں سمجھتا کہ میں اور میرا پیر عقائد میں اختلاف رکھتے ہوں۔

سو اے احمدی قوم کے دانشمندو! خدارا میری باتیں سنو اور غور کرو۔ میں تم کو راست راست کہتا ہوں کہ ہمیں کسی سے کوئی ذاتی نقار نہیں ـــــ ہم کو اختلاف ہے تو صرف اصول اور اعتقاد پر اور کیا عجیب بات ہے کہ حضرت میاں صاحب کے بعض مبائعین کو بھی اُن سے ایسا ہی اختلاف ہے میں اس جگہ موٹے موٹے امور اختلافی بیان کر دیتا ہوں۔ اور ان کے وجوہ کا ذکر بھی کر دیتا ہوں۔ ان وجوہ کا ذکر بھی کر دیتا ہوں۔ ان وجوہ پر خود حضرت میاں صاحب غور فرمائیں۔ مجھے سمجھانے کی کوشش کریں خود سمجھنے کے لئے تیار ہوں۔ پھر ساتھ ہی کوئی راہ ملاپ کی نکالیں۔ میں ان باتوں کا جواب خود حضرت میاں صاحب سے طلب کرتا ہوں۔ وہ جس مقدس باپ کے بیٹے ہیں۔ اُس نے اپنا معاملہ کسی کے ہاتھ پر نہیں چھوڑا۔ اُس نے اپنی پوزیشن آپ صاف کر دی۔ حضرت میاں صاحب اہلِ قلم ہیں۔ دوسروں کی قلم کی ہمیں ضرورت نہیں۔ پھر مشکل یہ ہے کہ جب ان کے مبائعین اُن کے حکم کے مطابق عقائد سے اختلاف رکھ سکتے ہیں تو پھر ان کی تحریریں کس طرح حجت ہو سکتی ہیں۔ اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ اُن کے مبائعین وہ کچھ کہتے ہیں جو اُن کا اپنا عقیدہ ہے۔ نیز جس قدر میں نے

تحریریں آجتک ان لوگوں کی پڑھی ہیں۔ ان میں معقولیت سے کہیں زیادہ اشتعال جذبات سے کام لیا گیا ہے۔ اور بالمقابل تحریر کا لحاظ اُسی حد تک کیا گیا ہے۔ جہانتک اس کی نسبت بُرا بھلا کہا جا سکے۔ اور جو حقیقی امور پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کو یہ کہکر ٹال دیا جاتا ہے کہ یہ پُرانی باتیں ہیں بہر حال میں خدا کو حاضر ناظر جان کر عرض کرتا ہوں کہ میں مانتا ہوں کہ ہم غلطی سے خالی نہیں میرے دل میں حقیقی درد سلسلہ کا ہے میں چاہتا ہوں کہ سلسلہ کی عظمت پھر دنیا میں قائم ہو اور اس کے مقاصد دنیا میں اشاعت پاویں میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ مجھے حضرت میاں صاحب سے کوئی بغض یا نقار نہیں۔ اللہ تعالےٰ میرے دل کی کیفیت سے خوب واقف ہے۔ میرے لئے یہ موجب فخر ہوگا۔ اگر میں میاں صاحب کو اپنا سردار مان لوں۔ میں تو سپاہی ہوں۔ آخر کسی سپہ سالار کے ماتحت رہنا ہے۔ اور اب بھی مجھ پر ایک سپہ سالار ہے۔ پھر میاں صاحب کی سرکردگی میں خدمت اسلام بجا لانے میں مجھے کیا تامل ہے۔ میرے سامنے ایک قلمی اور روحانی جنگ ہے۔ میں میدان میں ہوں میرا فرض ہے کہ میں اپنے طریق جنگ سے اپنے سپہ سالار کو اطلاع دیکر وقتاً فوقتاً اس کی ہدایات پر کاربند رہوں۔ یہی میرا طریق عمل ۱۹۰۹ء سے حضرت قبلہ حکیم صاحب کے دم واپسیں تک رہا میرا طریق تبلیغ کیا ہندوستان اور کیا انگلستان میں خود حکیم صاحب کا وضع اور تجویز کردہ تھا۔ میں جہاں جہاں گیا ان کی ایماء ان کی اجازت اور ان کے حکم سے گیا۔ میں عنقریب ان خطوط کو چھپواؤں گا جو آپ نے مجھے لندن میں لکھے۔ پھر ان بزرگوں کو بھی علم ہو جاوے گا کہ حضرت قبلہ کی ان کے متعلق کیا رائے تھی جو دوسروں پر نکتہ چینی کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ ہاں اس جگہ میں اس امر کے ثبوت میں کہ میں نے اس قلمی اور روحانی میدان جنگ میں جس کا میں سپاہی ہوں اپنے سپہ سالار کی ہی اطاعت کی ہے اور ہر بات میں اس کا مشورہ لیا ہے۔ کچھ ابتدائی اور کچھ آخری خطوط سے چند اقتباسات اپنے لفظوں میں کر دیتا ہوں۔ میں جب قادیان میں رخصت لینے کے لئے حاضر ہُوا۔ تو انھوں نے مجھے فرمایا کہ دیکھو بجز لا الٰہ الا اللہ کے کچھ تلقین وہاں نہ کرنا۔ پھر جب میرا ارادہ ہُوا۔ کہ کسی فصاحت و بلاغت کے کالج میں اور ایسا ہی کسی پادری کالج میں داخل ہو کر کسی قدر زبان کی اصلاح کر لوں۔ اور ان کے طریق عمل سے واقف ہو جاؤں تو آپ نے یہ دو خط مجھے لکھے۔ یہ ۱۹۱۲ء کے آخر میں تھا۔ جب میں یہاں سے گیا۔۔۔ آپ مجھے مخاطب

کر کے فرماتے ہیں :-

- "آپ ان مدارس میں داخل ہوں ۔ مگر بہت مدت بچوں کی طرح رٹنا ضروری نہیں اصول معلوم کرنے اور پھر کتابوں کے مطالعہ سے کام نکل جاتا ہے ۔ وہاں صرف لاالٰہ الا اللہ کی تعلیم ہی بہت ہے۔"

دوسرا خط جو اس کے بعد آیا ۔

- "آپ کالج میں داخل ہوں اور لاالٰہ الا اللہ کی تعلیم اور محمد رسول اللہ اور کلمات اذاں اور ان کی تعلیم دیں ۔"
- " حضرت مرزا صاحب کوئی انگریزی دان نہ تھے ۔ مگر بہت انگریزی دان آپ کی بیعت میں داخل ہوئے ۔ قادر الکلامی نعمت ہے ۔ فضل ہے مگر اثر ڈالنا ۔ اس کو مفید کرنا اللہ تعالےٰ ہی کا کام ہے۔"

اس خط کے آنے پر میں نے کالج میں جانا بند کر دیا ۔ پھر میں خود ہی جانتا ہوں کہ کس طرح خدا تعالےٰ نے خود ہی میرے نقصوں کو دور کر دیا ۔

اسی طرح جب بعض اصحاب نے یہ شور کیا کہ یہ شخص تو حضرت مرزا صاحب کا نام اپنی تبلیغ میں نہیں لیتا ۔ اس کا مسلمان کسی کو کرنا بے سود ہے ۔ میں نے پھر حضرت قبلہ کو لکھا کہ میں آپ کے حکم کے ماتحت لاالٰہ الا اللہ کی تلقین کرتا ہوں ۔ اب یہ جو بعض اصحاب نے شور ڈال رکھا ہے ۔ اس میں آپ کا کیا حکم ہے ۔ اس وقت ایک باکرہ خاتون بھی اسلام کے قریب آ چکی تھی مگر اس کا منسوبہ خاوند مخالفِ اسلام تھا ۔ اسکے متعلق بھی میں نے حضرت صاحب کو اطلاع دی تھی ۔ اور نیز یہ بھی دریافت کیا تھا کہ لارڈ ہیڈلے کو کس طرح تعلیم دی جائے ۔ ساتھ ہی اس کی نمازوں کا بھی ذکر تھا ۔ آپ نے ایک لمبا خط لکھا ، جس کا کچھ اقتباس حسب ذیل ہے ۔ ایک باکرہ کا خاوند مخالفِ اسلام ہے کاریک دعا باشد والا فقرہ یاد رکھو ۔

" یجعل لہٗ مخرجاً کا نکتہ مدِنظر ہو ۔ یہ امر مشکل نہیں۔"

(الحمد للہ دعاؤں نے رنگ دکھلایا ۔ اس باکرہ نے اپنے منگیتر سے اسلام کی خاطر قطع تعلق کیا ۔ اور اسلام کا اعلان کیا) پھر آپ اس کے آگے لکھتے ہیں :-

• " ہاں ہر کام میں احتیاط، عاقبت اندیشی، آہستگی ہو، ملک قوم اور قانون کے خلاف دل میں بھی کچھ نہ ہو، اخلاص سے ہو جو ہو نفاق سے نہ ہو۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اصل اور جڑ ہے۔ باقی سب فرع۔ آپ سر دست لنڈن کو ہرگز نہ چھوڑیں اور نہ ہندوستان کو سوال کا میدان بنا دیں۔ ومن یتوکل علے اللہ فھو حسبہ، آج آپ کے لئے ایک خاص دعا ہی کروں گا۔........ لارڈ دعاؤں پر زور دے۔ الحمد بہت پڑھے۔ صدقہ سے غافل نہ ہو۔ اسی انشاء اللہ تعالےٰ حق واضح ترقی کرے گا۔ نماز پڑھ لے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ جلدی نہ کرو۔ کسر صلیب ہو تثلیث ثالوث باطل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ دل میں آجاوے۔

یہ خط آپ کا دسمبر ۱۳ء کا ہے۔ اللہ اللہ! کیا منہاج نبوت پر چلنے والا یہ انسان تھا۔ حضرت حکیم صاحب کے ان کلمات کی قدر ان کو ہو سکتی ہے۔ جو معاذ بن جبل والی حدیث کو سامنے رکھتے ہیں۔ معترضو! غور کرو۔ اور خوب غور کرو۔ مجھے کلمہ توحید ہی دل میں بٹھانے کے لئے میرا مرشد تاکید کرتا رہا یہ کہ میرا ہر ایک معاملہ اپنے مرشد ثانی کے حکم کے ماتحت اور اُن کی رضامندی کے لئے تھا۔ وہ اس ایک اور خط سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ نے ۹ر دسمبر ۱۳ئہ کو لکھا۔

" خواجہ صاحب مکرم معظم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بارک اللہ تعالےٰ معیک۔ میرا محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء فداہ امی وابی صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کا مقدمہ لنڈن میں ہے۔ آپ انشاء اللہ جیتے۔ والحمد للہ رب العالمین خاکسار کا روم روم تم پر راضی ہے اور آپ کے لئے دست بدعا ہے۔"

الغرض ان اقتباسات کے اندر آج سے میرا مقصد یہ دکھلانا ہے کہ میں سپاہیانہ طور پر میدان میں ہوں، اور ہمیشہ کسی سپہ سالار کی سرکردگی میں کام کرتا ہوں۔ مجھے اب بھی کسی اور کی سرکردگی میں کوئی انکار نہیں، لیکن یہ تو ضروری ہے کہ مجھ میں اور میرے سردار میں ان امور میں اصولاً اتفاق ہو۔ جن کے لئے میں نے انھیں سردار مانا ہے۔ اس لئے یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں ان امور کا ذکر کروں کہ جو اس وقت اصولاً اور اعتقاداً ہماری جماعت میں اختلاف کا موجب ہو رہے ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ ہر امر میں مطاع ہے۔ اس کی رائے غلط نہیں ہو سکتی۔ اس کا فیصلہ انجمن کے فیصلہ پر ناطق ہے۔ وہ سلسلہ کے معاملہ میں ایسا ہی حکمران ہے جیسے خود مسیح موعودؑ اس کے سوائے کسی کو بیعت لینے کا حق حاصل نہیں۔ سلسلہ میں جو اس کی بیعت نہ کرے، وہ فاسق ہے۔

(۲) دوسری جماعت اس کے خلاف ہے۔ ان کے نزدیک مسیح موعود کے سوا ایسے اختیارات اسی کو حاصل ہیں جو اس سلسلہ میں الہاماً کھڑا کیا جاویگا۔ اور مصلح موعود ہوگا۔ مصلح موعود سے پہلے ہر ایک ایسا شخص بیعت لے سکتا ہے۔ جس کو چالیس مومن انتخاب کریں۔ سلسلہ کے کل کام مل جل کر اور مشورہ سے ہونے ہیں اور یہ امر صدر انجمن سرانجام دے گی۔ وہی مسیح کی جانشین ہے۔ جس میں کثرت رائے یا اتفاق رائے ہر معاملہ انتظامی میں ناطق ہوگی۔ کسی احمدی کو کسی کی بیعت لازمی نہیں بلکہ یہ امر اختیاری ہے۔

(۳) حضرت میاں صاحب آیا مصلح موعود ہیں یا نہیں۔ آپ وہ مامور ہیں جس کے متعلق مختلف پیشگوئیاں ہیں۔

(۴) آیا مرزا صاحب مستقل، کامل اور حقیقی نبی ہیں یا آپ کی نبوت جزوی اور غیر تشریعی نبوت ہے۔

(۵) آیا غیر احمدی مسلمان کافر ہیں۔

(۶) طریق تبلیغ و اشاعت اسلام کیا ہے۔

یہ معاملات ہیں جن کو ہمارے درمیان بناء مخاصمت کہا جا سکتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود کا لٹریچر اُردو زبان میں ہے۔ اور ہم سب اُردو دان ہیں۔ ان کا انفصال خود حضرت صاحب کی کتابیں پڑھ کر کر لو۔ نہ کہ ان کمزور دلائل پر زور دو جو جذبۂ محبت اور جذبۂ تعصب و جذبۂ نفرت کو اپیل کرتی ہے۔ میں نے تو جس قدر دلائل سنے۔ ایسے ہی سنے۔ یہ بھی کوئی دلیل ہے کہ اس وقت قادیان میں کون ہے اور قادیان سے باہر کون ہے۔ حضرت صاحب کی اولاد کون ہے اور کون اہلبیت سے باہر ہے۔ اسی طرح یہ کہہ دینا بھی کوئی وزن نہیں رکھتا۔ کہ انتخاب ہی خلیفہ کی صداقت کا ایک ثبوت ہے۔ حضرت قبلہ مولوی سید محمد احسن صاحب

کدھر ہیں اور وہ اہل الذکر ہیں۔ اور کسکو اہل الذکر کا حکم قرآن میں ہے۔ اسی طرح میرے نزدیک یہ بھی کوئی فیصلہ کن دلیل نہیں ہے۔ کہ کثرت کدھر ہے اور قلت کدھر، تاریخ اور دُنیا کے واقعات تمہارے سامنے ہیں وہ تم کو بتلا سکتے ہیں کہ یہ دلائل اگر بعض وقت صحیح بھی ہوتے ہیں، تو ایسا ہی بعض وقت غلط بھی ہوتے ہیں۔ بذات خود ایسی باتیں کوئی مستحکم دلیل نہیں ہوا کرتیں۔ کیا ہر ایک نبی مجدد اور ایسا ہی ریفارمر کے مقابل مخالفوں کی کثرت نہیں ہوتی۔ اور صداقت کے حامی ہمیشہ قلیل ہی نہیں ہوتے۔ جاؤ قرآن کو دیکھو۔ عقل مند۔ فہم۔ تدبر کرنے والا اور شاکر گروہ ہمیشہ قلیل ہی ہوتا ہے۔ ہاں بالمقابل ایک وقت غلبہ ہی نشان صداقت ہوتا ہے۔ جیسے یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔ لیکن کثرت، و قلت بذات خود کوئی دلیل نہیں۔ اگر تاریخ صحیح ہے تو کسی امر متنازعہ کی ابتدا میں کثرت غلط راہ اختیار کرنے والوں کی ہوتی ہے۔ اور قلیل صحیح راہ پر ہوتے ہیں۔ ہاں خاتمہ پر کثرت ہو جاتی ہے۔ محض کثرت یا بذات خود قلت کوئی دلیل نہیں۔ اس کے ساتھ اور حالات اور اسباب موجود ہوتے ہیں، جو فیصلہ کرتے ہیں۔ کون کہتا ہے کہ سید محمد احسن ان دو علماء میں سے نہیں، جن کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے صدر انجمن میں دو علما میں رکھا۔ ان کو اپنا ایک فرشتہ بھی کہا۔ وہ واقعی اہل الذکر ہیں، لیکن جب اہل الذکروں میں اختلاف ہو تو فیصلہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیا حضرت قبلہ حکیم صاحب بھی اہل الذکر میں سے تھے یا نہیں۔ کیا وہ بھی فرشتہ اول تھے یا نہیں۔ ان کی قابلیت، ان کی فضیلت تو الہام ربی نے قائم کر رکھی ہے۔ پھر ان دونوں میں سے ہم کس اہل الذکر کا فیصلہ قبول کریں۔ مجھے علم نہیں کہ مسئلہ نبوت میرزا صاحب میں آپ کی کیا رائے ہے۔ لیکن کیا مسئلہ کفر میں حضرت حکیم صاحب قبلہ کا اور حضرت سید صاحب کا اختلاف نہیں پھر ایک معاملہ یونیورسٹی ہمارے سامنے موجود ہے۔ کیا حضرت حکیم صاحب مغفور محمڈن یونیورسٹی کے حامی اور مددگار نہ تھے۔ انھوں نے ایک ہزار روپیہ چندہ نہیں دیا۔ پھر کیا ان کے اس فعل پر سید صاحب نے نکتہ چینی نہیں کی جیسے کہ میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ تو بتلاؤ ان دونوں بزرگوں میں سے کون راستی پر تھا۔ اگر ضرورت ہو تو اور بہت سی اختلافی باتیں گنی جاسکتی ہیں۔ مسئلہ آل و اہلبیت بھی بالکل صاف ہے۔ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ۔ حضرت

ابراہیم کی دعا فیصلہ کن ہے۔ کسی کا کسی کی صلب میں سے ہونا نہیں بلکہ کسی کا متبع ہونا متبوع کی آل میں داخل ہونے کا اسے حق دیتا ہے۔ سید جو آل رسول ہیں وہ ہمارے سامنے موجود ہیں حقیقی آل اور اہلبیت کسی کے وہ ہوتے ہیں جو اُس کی اتباع میں ہوں — اور جو اتباع میں نہیں وہ ان کی آل میں سے نہیں۔ اگر خدا کے نزدیک حضرت میاں صاحب کا طریق عمل اور عقیدہ حضرت مسیح موعودؑ کی منشاء کے مطابق ہے۔ تو وہ ان کی آل میں سے ہیں اگر خدانخواستہ اس کے بالعکس ہے، تو وہ جسمانی اولاد ضرور ہیں۔ لیکن روحانی نہیں یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت میاں صاحب کے متعلق دعائیں کیں اور وہ ضرور قبول ہوں گی۔ وہ ایک مستجاب الدعوات کی دعائیں ہیں۔ لیکن یہ کیا ضروری ہے۔ کہ آج جو کچھ سلسلہ میں ہو رہا ہے وہ انھیں دعاؤں کا ظہور ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت میاں صاحب غلطی پر ہوں۔ اور آخر کار حضرت اقدس کی دُعاؤں کا یہ نتیجہ ہو کہ حضرت میاں صاحب اپنی غلطیوں سے الگ ہو کر پھر کل متفرق افراد سلسلہ کو جمع کر لیں۔ یہ سلسلہ ان عالیشان خدمات کو سرانجام دے جس کے لئے یہ پیدا ہوا۔ اور اس طرح حضرت اقدس کی وہ دُعائیں پوری ہو جاویں جو انھوں نے میاں صاحب کے متعلق کیں۔

حضرت میاں صاحب کے انتخاب کا مسئلہ بھی کسی کے صدق یا کسی کے غیر صدق کی بذات خود دلیل نہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جن طریقوں سے جناب امیر معاویہ کا انتخاب جناب امیر سیدنا علی کرم اللہ وجہ کے مقابل ہوا۔ اور جن طریقوں سے ہوا وہ تاریخ میں موجود ہے کیا یہ عجیب ہمکو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس واقعہ پر تاریخ نے واقعات سابقہ ہی مختلف لباس میں دُہرائے ہوں۔ اگر ابو بکرؓ اور عمرؓ کا انتخاب اور صحیح انتخاب ہمارے سامنے موجود ہے تو پھر یزید کی خلافت بھی ہمارے سامنے ہے۔ یہ انتخاب بذاتہٖ نہ کسی کو ابو بکرؓ بنا سکتا ہے اور نہ یزید۔ دوسرے واقعات ہی کسی کو ابو بکرؓ اور کسی کو یزید قرار دیتے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ میں اس تلمیح سے ہی کوئی ذاتی حملہ کسی پر کروں۔ اور خدا ہی جانتا ہے کہ میں نے اس مثال دینے میں کسی کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ میں نے یہ نظیر صرف اسی اصول کی تشریح کرنے میں دی ہے۔ انتخاب یا انتخاب کے وقت کثرت سے جماعت کا ایک طرف ہو جانا بذاتِ خود کوئی دلیل صداقت نہیں۔ رہا قادیان وہ کون احمدی ہے جو قادیان کو دارالامان نہیں جانتا

رہا۔ وہ کون احمدی ہے جو قادیان کو خدا کے انوار کا آخری جلوہ گاہ نہیں مانتا۔ وہ کون حضرت مسیح موعود کا نام لیوا ہے جو اس مقدس مقام کو انوار الوہیت کا تخت گاہ قرار نہیں دیتا۔ ہاں قادیان میں خدا کا نور نازل ہوا اور قادیان از سر نو نورِ کل دنیا کو پہنچا اور پہنچے گا قادیان ایک عظیم الشان جگہ ہوگی۔ قادیان ہی مرجع خلائق ہوگا۔ یہ میرا ایمان اور پختہ ایمان ہے۔ لیکن میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا مکّہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے متعلق میرا اور آپ سب کا یہی ایمان نہیں۔ کیا یہ دو سرا مقام اپنی شرف مجد میں قادیان سے زیادہ نہیں۔ پھر خدارا غور کرو کیا یہ دونوں مقدس مقام ان لوگوں کے قبضہ میں نہیں۔ جن کو تم بعض عقائد میں غلطی پر سمجھتے ہو، تم میں سے بعض ان کو کافر جانتے ہیں۔ اب اگر قادیان میں کسی وقت کسی کا قبضہ ہونا قابض کی صداقت کی دلیل ہے۔ تو پھر ہمارا سلسلہ سب کا سب غلط ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جو مکہ اور مدینہ پر قابض ہیں۔ وہ ہمارے سلسلہ کو غلطی پر سمجھتے ہیں۔ سوچو اور خوب سوچو، کسی سلسلہ حقہ کی عظمت اس میں نہیں ہوتی۔ کہ اُس کے آثار اور اضلال اس کے اصل مرکز میں محدود رہیں بلکہ اس کی وقعت اسی دائرہ کی وسعت کے ساتھ وسیع ہوتی ہے جو اس مقام کے ابتدائی انوار کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ آنحضرت ؐ زندگی میں ہی مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ وہ بیت عتیق جو خدا کا گھر تھا۔ جہاں محمدؐ جیسا انسان پیدا ہوا۔ جس میں قرآن کا بہت سا حصہ نازل ہوا۔ وہ آخر خدا کے نبی نے چھوڑا۔ اور اس نے اپنی جگہ مدینہ میں کی۔ پھر کئی سال مدینہ اسلامی فتوحات کا مرکز رہا۔ اسی مدینہ کو جناب علیؓ نے چھوڑا۔ ہاں غور کرو اور خوب غور کرو، کل قلمی اور علمی فتوحات کے اسلامی مرکز تو اور مقامات ہی رہے ہیں۔ حالانکہ مکہ اور مدینہ تو نہیں ہوا۔ ہمیشہ سے بڑے بڑے صلحا اور اتقیا شرف حاصل کرنے اور تکمیل روحانیت کے لئے مکہ مدینہ تو گئے وہ مکہ مدینہ میں رہنے والوں میں سے نہیں تھے۔ بلکہ وہاں کے مقامی برکات سے بہرہ اندوز ہو کر باہر آگئے۔ اور دنیا کے لئے نور ہدایت ہوئے۔ اسی طرح قادیان وہ مقام ہے جہاں خدا کے نوروں کی بارش ہوتی ہے۔ اور ہوتی رہے گی۔ جو ہر مصفّا والے وہاں جادیں گے۔ اور ان بارشوں سے مستفید ہو کر جہاں پہنچیں گے۔ اپنی فطرت کے ربّانی نقوش سے دنیا کو چکا چوند کریں گے۔ لیکن یہ کہہ دینا کہ کسی وقت کسی کا قادیان میں ہونا بذاتِ خود صداقت یا غیرہ کی کوئی دلیل ہے۔ یہ امر معقولیت اور ہدایت

سے کوسوں دور ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ قادیان کو ہی ہم دارالامان کہتے ہیں۔ فمن دخلہ کان امنا بھی اس کے متعلق ہے لیکن میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کیا دُنیا میں قادیان کے علاوہ اور کوئی شہر ہے یا نہیں جس کو خُود خدا نے بلداً آمناً کہا ہے۔ کیا اس مقام کے متعلق خود خُدا نے من دخلہ کان آمنا کہا ہے یا نہیں ہے وہ ہے مکہ معظمہ۔ پھر بتلاؤ کیا اس مکہ معظمہ میں عبداللہ بن زبیر جیسا انسان شہید ہوا یا نہیں ہُوا۔ یہ اعتراض غلط ہے کہ بعض اصحاب نے قادیان کو چونکہ بعض مجبوریوں سے چھوڑ دیا ہے۔ ان کا ایسا کرنا اُن کی غلطی کا ثبوت ہے۔

پیارو۔ تمہارا سلسلہ تو عقلمندوں کا سلسلہ ہے۔ کیونکہ سادگی کی باتیں کرتے ہو۔ کیا آنحضرت صلعم نے مسجدوں میں نماز ادا کرنے کی ہمیں تاکید نہیں فرمائی۔ کیا گھر کی نماز سے کئی گن مسجد کی نماز کا ثواب زیادہ نہیں۔ پھر حضرت مرزا صاحب سے بڑھ کر آنحضرتؐ کا عاشق اور فرمانبردار کون تھا۔ لیکن انھوں نے بھی ہم سے غیر احمدیوں کی مسجدیں چھڑا دیں۔ ہم کو کیوں کہا کہ تم مسجدوں میں نماز نہ پڑھو۔ بلکہ اپنے گھروں میں نماز ادا کرو۔ اگر غیر امن کے حالات میں ہمارا مسجدوں کو چھوڑ دینا غلطی نہیں تھا اور ہماری صداقت کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہوسکتا۔ تو پھر کیوں کسی کا بعض حالات کے پیدا ہوجانے پر قادیان چھوڑ دینا غلطی اور اُس کی راستی کے خلاف ایک دلیل ہے۔ خوب یاد رکھو کہ مسئلہ کفر کے ماتحت ہم نے مسجدیں نہیں چھوڑیں ۔۔۔ ۹۱-۱۸۹۰ء میں کفر نامہ ہم پر تیار ہُوا۔ دہلی میں خود حضرت اقدس نے کفر نامہ کے بعد غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔ ۱۸۹۲ء میں میرے پہلو بہ پہلو خُود حضرت اقدس مسیح موعود نے مسجد چینیاں لاہور میں مولوی رحیم بخش مکذب ومکفر کے پیچھے نماز ادا کی۔ کفر نامہ بٹالوی کے بعد برسوں ہم غیر احمدی اماموں کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے۔ لیکن جب غیر احمدیوں کا غلو بہت بڑھ گیا۔ اور ہمارے امن میں خلل آنے لگا۔ مسجدوں میں فساد ہوکر عدالتوں میں ضمانتوں تک نوبت آئی۔ ہماری قلت اور غیر احمدیوں کی کثرت نے ہمیں عدالتوں میں پہنچ کر تکلیف دینی شروع کی تو پھر حضرت اقدس نے ہی امن اور ہماری حفاظت اس میں دیکھی کہ ہم مسجدیں چھوڑ دیں۔ غور کرو۔ کیا ایسے حالات پیدا نہیں ہوگئے کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کو قادیان چھوڑنا کیوں پڑا۔ اسلئے کہ انھوں نے اپنے لئے امن اور اپنی حفاظت عزت اسی میں دیکھی۔ یہ حالات اختلاف عقائد نے

پیدا کردیئے۔ یہ اختلاف آج کا نہیں ۔ یہ اختلاف آغاز ۱۹۰۹ء سے ہے ۔ پھر کیوں انھوں نے برابر چھ سال قادیان کو نہ چھوڑا ۔ اور اب کیوں انھیں وہاں سے آنا پڑا ۔ حضرت حکیم صاحب کے مرتے ہی ان کی عزت اور ان کی جان خطرہ میں پڑ گئی ۔ وہی حالات قادیان میں غیر مبائعین میاں صاحب کے لئے پیدا کئے گئے یا پیدا ہو گئے ، جو احمدیوں کے لئے ایک وقت مسجدوں میں تھے ۔ میں یہاں ایک ذاتی شہادت دیتا ہوں ۔ مجھے دوست ملنے آتے ہیں ، خود قادیان کے رہنے والوں نے آکر اطلاع دی کہ لاہور والوں کا ہم عقائد ہونا تو درکنار جو لاہور والوں سے ملاقات کرنے آئے اس کا قادیان میں رہنا مشکل ہو جاتا ہے ۔ ابھی اس جلسہ کی شمولیت کے لئے ایک دوست کو یہاں بلایا ۔ وہ لکھتا ہے کہ ہمارے ضمیر اور کانشنس کے خلاف آپ کی دعوت سے انکار کرتا ہوں ۔ کیونکہ میں نے قادیان میں رہنا ہے ۔ اب اگر یہ امر صحیح اور درست ہے پھر کوئی قادیان میں کس طرح رہے لیکن قادیان چھوڑنے پر وہ فرائض ہم سے نہیں چھوٹ سکتے جو حضرت امام علیہ السلام نے ہم پر لگا دیئے جو لوگ خدا اور خدا کے مسیح کے آگے اسبات کے ذمہ دار ہیں کہ وہ دینِ حق کا اعلان کریں ۔ اور انکے دل میں ایک سچی تڑپ مرزا صاحب کی فیض صحبت نے ڈالدی ہے کہ قرآن اور اسلام اور محمد مصطفٰے کی خدمت کریں جن کو مسیح موعود نے وصیّت کی ہے کہ وہ توحید کو یوروپ میں پھیلا دیں ۔ اور اس کام میں مل جل کر کام کریں ۔ اب اگر قادیان اُن کی عزّت اور جان کے لئے دار الامان نہیں رہی تو پھر کیوں وہ کسی اور مقام پر حضرت مسیح موعود کے الفاظ کے ماتحت مل جل کر کام نہ کریں ۔ اور اشاعت اسلام کے لئے انجمن اور کالج نہ کھولیں ۔ اگر قادیان میں وہ اپنا فرض ادا نہیں کر سکے تو کیا باہر بھی ادا نہ کریں ۔

قادیان دار الامان تھا اور رہے گا ۔ اور ایسا ہی مکہ معظمہ ۔ لیکن اگر مکّہ معظمہ بعض وقت امن کی جگہ نہیں رہا تو پھر قادیان کا ایسا ہو جانا کون امر مستبعد ہے ۔ اچھا اور امور کو جانے دو آج اس جلسہ قادیان کے انعقاد سے دو ہفتہ پہلے الفضل میں ایک ایسا مضمون چھپا ہے ۔ جس میں حکم ہے کہ دوسروں کو ابلیس سمجھیں ۔ ان کو دیکھتے ہی لاحول پڑھیں ۔ ان سے ملنا جلنا کھانا پینا ۔ بولنا تک بند کر دیں ان سے ہر ایک نفرت کا سلوک کریں ۔ پھر ہم درس کے دنوں میں یہ دیکھتے ہیں کہ جو سلوک حضرت قبلہ محمد علی صاحب کے ساتھ مسجد نور میں حضرت قبلہ حکیم صاحب

کی وفات پر ہوا۔ وہ حضرت میاںصاحب کی صداقت پر ایک دلیل ہے۔

اب بتلاؤ جس شخص نے یہ تحریریں اور تقریریں شائع کی ہیں۔ اُس نے عامہ طبائع پر کیا اثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ کہاں تک امن عامہ کا ذمہ دار ہے۔ یہ بات کہ کسی کے ساتھ ناپسندیدہ اور مکروہ سلوک کرنا یا کرا دینا بذات خود سلوک کردہ انسان کے کذب و ذلت کی دلیل ہے۔ یہ تو اُن کی باتیں ہیں جن کو وہ بدعنوانیاں اور بدسلوکیاں یاد نہ رہی ہوں جو ہمارے آقا حضرت مسیح کے ساتھ امرتسر اور دہلی میں ہوا۔ اب غورطلب امر یہ ہے کہ یہ مضمون جو الفضل میں بھی جلسہ سے کچھ پہلے چھپا۔ جس کا عنوان ہے۔ ہمارا کس سے تعلق ہو سکتا ہے۔ جس میں اشارہ ہے کہ مبائعین کا گروہ دوسروں سے بدسلوکی کرے۔ ان سے نہ ملے نہ چلے، نہ کھائے پئے نہ بولے بلکہ اس کی شکل دیکھتے ہی لاحول پڑھے۔ فطرت سلیمہ تو اس تعلیم کو دھکے دیتی ہے۔ لیکن اس تعلیم پر عمل کرنے والے بیسیوں انسان اس جلسہ قادیان میں جمع ہوں گے۔ پھر یہ جلسہ حضرت میاںصاحب سے عقائد میں اختلاف رکھنے والوں کے لئے کیسے امن اور عزّت کی جگہ ہو سکتی ہے۔ پھر ان درس کے نوٹوں پر غور کرو۔ اس میں بطور صداقت حضرت مولوی محمدعلی صاحب قبلہ کی مفروضہ ذلت کا ذکر کیا گیا ہے اُنکا قصور اگر ہے تو یہ کہ انھوں نے حضرت میاںصاحب کی بیعت کو غلط سمجھا۔

اب اگر مسجد نور کا واقعہ متعلقہ مولوی صاحب موصوف حضرت میاںصاحب کی صداقت کا ایک نشان ہے تو پھر کیوں کوئی اور شخص کسی ایسے ہی میاں صاحب سے اختلاف رکھنے والے کی پگڑی نہ اچھال دے۔ یا بےعزّت نہ کرے۔ صرف اس خیال سے کہ درس کے نوٹ لکھنے والے کو ازسرنو یہ کہنے کا موقع ملے۔ ”تم نے دیکھا کہ اس شخص کی کیسی عزّت قادیان میں ہوتی تھی۔ یہ وہی شخص ہے کہ جب اُس نے حق کی مخالفت کی تو پھر اس جگہ اوس کی ذلّت خدا نے کر دی۔“

ہم نے یہ سنا ہے کہ قادیان سے بہت سی تحریریں ایسی شائع ہوتی ہیں کہ جن کا علم حضرت میاںصاحب کو نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم نے ان دو تحریروں کو کسی کی طرف منسوب نہیں کیا۔ ہاں حضرت میاںصاحب کی ذمّہ داری بہت ہے اور وہاں کی تحریریں نہایت ہی غیرذمہ دار اشخاص کی قلم سے نکلتی ہیں۔ وہ گورداسپور کے ایّام مقدمہ کو یاد کریں۔ کس کس طرح حضرت اعلیٰ کو اُن تحریروں نے تکلیف دی جو اُن کے علم کے بغیر قادیان سے مقدمہ سے پہلے شائع ہوتی رہیں

ممکن ہے الفضل کا مضمون زیر بحث اُن کے علم کے بغیر لکھا گیا ہو۔ بہر حال یہ باتیں حزم واحتیاط سے الگ ہو کر شائع کی گئی ہیں۔ الفضل میں لکھنے والے یاد رکھیں کہ کسی تحریر یا تقریر کا وہ مطلب نہیں ہوتا جو لکھنے یا بولنے والے کے دل میں ہے۔ یا جو معنے وہ حسب ضرورت کر لیتا ہے۔ بلکہ کسی تحریر یا تقریر کی منشاء اور ان کا اثر قانون وہ لیتا ہے۔ جو عامہ طبائع پر پڑے ان تحریروں کو جلسہ سے پہلے شائع کرنا نہایت بے محل اور ناموزوں تھا۔ میرا ولایت سے آتے ہی قادیان جانا یا جلسہ میں شرکت کرنا۔ یا دو پارٹیوں کو جگہ جمع کرنا ایسی ہی تحریروں کے باعث رُک گیا۔ مجھے واقعی ان واقعات سے درد ہے۔ میرا دل چاہتا کہ دوست مل جائیں ــــ لیکن ان کو کیا کہا جاوے جن کے اپنے مفاد فرقے کے نفاق اور اختلاف میں ہے۔ رہی سہی کسر نواب محمد علیخاں صاحب کے آخری اشتہار نے نکال دی جس میں نہایت سے نوابصاحب نے مطاعن کا دروازہ کھول کر لوگوں کو لاہور آنے سے روکا ہے۔ آہ! یہ کیسی نادانی کی راہ ہے۔ میں نے لاہور میں آکر یہ حال دیکھا۔ کہ مبائعین کو ہر وقت تاکید ہوتی ہے کہ دوسروں سے نہ ملیں۔ نہ گفتگو کریں۔ نہ اُن کی کتابیں دیکھیں نہ اخبار دیکھیں۔ گویا ایک قسم کی گراہٹ ظاہر کرتی ہے۔ کہ دوسروں کی باتوں کا اثر نہ پڑ جاوے۔ یہ طریق بہت غلط ہے۔ اور مدّت تک چل نہیں سکتا۔ اگر تم اپنے اندر صداقت رکھتے ہو تو پھر دوسروں کے ملنے سے کیوں لوگوں کو روکتے ہو۔ ایک وقت غیر احمدی علماء کا یہی طریق تھا۔ آؤ مرد میدان بنو۔ سُنو اور سُنو۔ لوگوں کو آزادی سے ہر جگہ جانے دو۔ کہیں کوئی شخص گیا تو جھٹ دفدیہ وفد جاتا ہے۔ یہ بھی اسی جلسہ میں نیا طریق اختیار کیا گیا ہے کہ مختلف دیہات میں آدمی بھیج کر لوگوں کو جلسہ میں جمع ہونے کی ترغیب دی ہے۔ شاید اس لئے کہ جلسہ کو کامیاب بنا کر ایک صداقت کا نشان بنایا جاوے۔ یہ بہت ہلکے پایہ کی باتیں ہیں۔ اور دیر تک نہیں رہ سکتیں۔ ہاں میں یہ کہہ رہا تھا۔ یہ تحریریں اور تقریریں ٹھیک نہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اب ان تحریروں اور تقریروں میں کسی کا نام نہیں لیا جاتا۔ سو یاد رہے کہ اس کا نام ٹالریشن اور نرمی نہیں جس کی طرف آپ لوگوں کی توجہ دلائی گئی ہے کہ کسی کا نام تو نہ لیا، لیکن اشارات اور تلمیحات کر دیں۔ اور غائب میں سخت سے سخت کلامی کر دی۔ اور پھر استفسار یا اعتراض پر کہہ دیا۔ کہ ہم نے تو کسی کا نام نہیں

لیا۔ فلاں شخص کیوں اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ مطلب میرا یہ ہے کہ نہ تو نام لیکر اور نہ تلمیحاً کسی کو دشنام طرازی کی جاوے اور نہ مطاعن کا باب کھولا جاوے۔ اصول اور عقائد پر سلامت روی سے گفتگو ہونی چاہیئے۔

الغرض جب اس وقت تک قادیان کے حالات اس قسم کے ہیں کہ حضرت میاں صاحب سے اختلاف رائے رکھنے والا امن وعزت یا تو خاموش رہنے میں یا قادیان کو چھوڑ دینے پر سمجھتا ہے اور یہ من وجہ ان کی اعلان کردہ شرط کے مناسب حال ہی ہے۔ کیوں کہ جو اختلاف رائے رکھنے والا آپ سے بیعت کرے۔ اس کا حق نہ ہوگا کہ اپنی رائے کا اعلان کرے۔ تو جو لوگ اپنے مرشد کی وصیّت کے ماتحت مِل جُل کر کام کرنے پر آمادہ ہیں۔ اور جو اشاعت اسلام کی ذمہ داری حضرت مسیح کے حکم سے اپنی گردن پر لئے ہوئے ہیں۔ وہ اب کیا کریں۔ یاد رکھو۔ حضرت اعلیٰ نے صاف طور پر وصیّت میں لکھا ہے۔ کہ تم مِل جُل کر کام کرو۔ جب کام کا کرنا ایک شخص کی شخصی رائے سے وابستہ ہے تو اس کو مِل جُل کر کام کرنا نہیں کہتے۔ یہ تو ایک شخص کی اطاعت ہے۔ کیا اس کا نام مل جل کر کام کرنا ہوتا ہے۔ کسی معاملہ میں بالفرض کل اشخاص کی ایک رائے ہو۔ اور خلیفہ کی اس کے خلاف۔ اور موجودہ قواعد انجمن کی رو سے انجمن اُس ایک رائے کے ماتحت کام کرے گی۔ اس کے معنی کہاں مِل جُل کر کام کرنے کے ہیں۔ جس سے مراد مشورہ ہوتی ہے۔ الغرض جب قادیان میں رہنا تک دشوار ہے۔ اور دوسری طرف اگر زندگی کے طرف سے امن ہے۔ تو موجودہ انجمن بالکل منشاءِ مسیح موعود کے خلاف ہے۔ تو ان حالات میں اگر بجبر و اکراہ بعض ممبران انجمن اس مقدس مقام کو چھوڑ دیں۔ جس کو خدا نے برکت دی ہے۔ اور جو از روئے وصیّت انجمن کا ہیڈ کوارٹر ہونا چاہیئے۔ تو وہ کیا کریں۔ جب انجمن ہی توڑ دی گئی۔ تو اس کا مقام کہاں رکھا جاوے۔ پھر یہ لوگ چھوڑ کر کہاں گئے۔ اور سے لاہور میں۔ جس کے متعلق خدا کا یہ الہام لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں اور پھر لاہور میں ہی اس مقام پر جہاں خدا کا مسیح مرا۔ اور جس جگہ کا نام خدا کے الہام میں ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ مدینہ رکھا گیا۔ او نادانو! خدا سے ڈرو۔ ضد کی کوئی حد بھی ہے۔ کیا مکّہ اور مدینہ دو جُدا جُدا مقام نہیں۔ کیا

مرنا جس فعل کا نام ہے ۔ وہ جسم سے انفکاک روح کا نام یا جسم کے دفن ہونے کا نام ہے تعصب نے ہمیں کہاں پہنچا دیا ۔ خدارا آؤ ۔ اور الہام کی معیوب تحریف نہ کرو ۔ اس الہام کے ماتحت مدینہ وہی مقام ہے جہاں حضرت اعلےٰ مرے نہ کوئی اور مقام ۔ الغرض جن لوگوں پر مکہ کی رہائش تنگ ہوگئی ۔ انھوں نے سنت نبوی کے ماتحت مدینہ میں پناہ لی ۔ اور اپنا کام شروع کیا ۔ اور اپنے کام کے لئے وہ جگہ تجویز کی ۔ کہ جہاں آپ کے غلام خواجہ کمال الدین کا مکان ہے جس کے لئے حضرت اعلیٰ کو یہ الہام ہوا ۔ انی احافظ کل من فی الدار ۔ مجھے امید ہے کہ حضرت میاں صاحب اس الہام سے انکار نہیں کرسکتے ۔ کہ یہ الہام میری موجودگی میں میرے صحن میں حضرت کے ورود لاہور سے دوسرے یا تیسرے دن ہوا ۔ میر صاحب نے ایک خدشہ پیدا کردیا تھا اور حضرت صاحب کسی قدر متامل تھے ۔ یہ عصر کے بعد کا وقت تھا ۔ آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور میں پاس بیٹھا ہوا تھا ۔ آپ پر غنودگی طاری ہوئی ۔ اور کچھ دیر کے بعد آپ نے آنکھ کھولی ۔ اور فرمایا کہ یہ الہام ابھی ہوا ہے ۔ اور تم کو مبارک ہو ۔ تمہارے گھر کے متعلق ہے ۔ اور اب ہم میر صاحب کے خدشہ پر عمل نہیں کریں گے ۔ اور پھر یہ کیا ضروری ہے کہ ہمیشہ کے لئے ہو ممکن ہے اور خدا کرے کہ قادیان سے باہر وقتی رہنا تبدیل مکان ہو ۔ ہاں اصل بحث یہ تھی کہ اس امر کے معنی کرنے میں کہ دو فریقوں میں سے کون غلطی پر ہے ۔ یہ دلیل کہ قادیان میں جو فریق ہے وہ راستی پر ہے ۔ بذات خود یہ ایک بیہودہ اور لغو دلیل ہے ۔ اس طرح اور دو تین باتیں جذبات کے لئے پیش کی جاتی ہیں ۔ اور ان کو اپنے دعوے کی صداقت میں ایک دلیل مستحکم قرار دیا جاتا ہے ۔ وہ بذاتِ خود کوئی دلیل نہیں ۔ ہاں اُن سے تعصب اور نفرت کے جذبات کو مشتعل کرکے معقولیت اور سلیم اغراض کو دھندلا کردیا جاتا ہے ۔ اور انسان اس قابل نہیں رہتا ۔ کہ صحیح غور و فکر کرسکے ۔ مثلاً زور دیا جاتا ہے ۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے ایک ٹریکٹ لکھا ۔ وہ حضرت حکیم صاحب خلیفہ کی زندگی میں لکھا ۔ اس کو عین موت پر شائع کیا ۔

انھوں نے کیوں ایسا کیا ۔ ٹریکٹ نہ ہوا ۔ کوئی بلا اور مصیبت ہوگئی ۔

گر نوشت است پند بر دیوار

کا مقولہ شاید غلط مقولہ ہے ۔ تم یہ دیکھو ، کہ ٹریکٹ میں کیا کہا گیا ہے ۔ اچھا جانے دو ،

میں نے تو کوئی ٹریکٹ شائع نہیں کیا۔ میں تمہارا خادم ہوں۔ مجھ سے وہ باتیں سنو جو ٹریکٹ میں ہیں۔ کیا محمد علی نے بُرا کیا۔ کہ جب تم پہ حضرت مسیح کے منشا کے خلاف یا موافق کرنے کا وقت آیا اس وقت تم کو اپنی سمجھ کے مطابق حقیقت حال سے اطلاع دی۔ کس قدر ہم لوگ عقل سے خالی ہو گئے ہیں۔ کوئی نہیں دیکھتا کہ ٹریکٹ میں رکھا کیا ہے۔ اور بس اس بات پہ زور دیا جاتا۔ کہ ٹریکٹ کیوں شائع ہوا۔ ٹریکٹ کو پڑھو۔ غور کرو صحیح ہے تو اُسے قبول کرو۔ اِلّا اُسے مسترد کرو۔ حضرت میاں صاحب نے بھی ایک اسی قسم کا فعل خود حضرت حکیم صاحب کی زندگی میں کیا۔ اگر مولوی صاحب کسی الزام کے ماتحت ہیں تو حضرت میاں صاحب کب اس الزام سے بچ سکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ حکیم صاحب کی وفات پر جماعت میں دو گروہ پیدا ہو گئے ہیں۔ جنھیں دو موٹے موٹے اصولوں پہ سخت اختلاف تھا۔ اور اب تو دو سے چار اور چار سے نہ معلوم کس قدر اور اختلاف پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک گروہ غیر احمدی مسلمانوں کو جو مکفر نہ ہوں۔ مسلمان جانتا تھا۔ اور دوسرے غیر احمدی کو کافر، پہلا گروہ متفقہ اشاعت اسلام میں غیر احمدیوں کو اپنے ساتھ ملا کر کام کرنا قرآن کے ماتحت فرض سمجھتا تھا۔ دوسرا گروہ اس کو شانِ احمدیت کے خلاف جانتا تھا۔ بعض حالات کی ماتحت پہلا گروہ اشاعتِ اسلام میں اس مسلک کو مستحسن سمجھتا تھا۔ جو میرا ہے اور احمدیت کی اشاعت کے لئے الگ تبلیغ کے سامان پسند کرتا تھا۔ اور دوسرا گروہ دونوں کو یکجا تلے شاعت ہر حالت میں چاہتا تھا۔ اگرچہ عملاً خود دوسرے گروہ کے بزرگوں نے میرا ہی مسلک ہمیشہ اختیار کیا۔ بہر حال حضرت قبلہ حکیم صاحب کی وفات پہ یہ اصول اور اعتقادی اختلاف تھے۔ پہلا گروہ ان حالات میں حضرت قبلہ حکیم صاحب کے ہم عقیدہ اور ان کا متبع تھا۔ اور دوسرا گروہ حضرت میاں صاحب کی اتباع میں تھا۔ اب حضرت حکیم صاحب کی وفات کے بعد انتخاب خلیفہ ایک امر مشکل تھا۔ اس لئے مولوی صاحب نے ٹریکٹ لکھا۔ اور ان حالات کا اعلان کر کے قوم کو مشورہ دیا کہ خلیفہ یا امیر ایسے اصول پہ چنو۔ جس سے مختلف عقائد اور اصول بھی تکلیف دہ ثابت نہ ہو۔ اور جماعت کا شیرازہ بھی نہ بکھرے۔ انھوں نے ایک راہ نکالی۔ اُس سے میاں صاحب امیر بھی بن سکتے تھے۔ اور ان مشکلات کا حل بھی ہو سکتا تھا۔ میاں صاحب ان مشکلات سے ناواقف نہ تھا۔ اس کو بھی یہ فکر تھا۔ اُس نے اس وقت کو ایک اور اصول پہ

حل کرنا چاہا۔ چنانچہ انھوں نے بھی اس بات کو سامنے رکھکر حضرت مولوی صاحب کی آخری ہفتہ زندگی میں ہی یہ اعلان کردیا ـــــ کہ امیر اور مرید میں اختلاف عقائد ہوسکتا ہے۔ اسے ہوشمندو۔ آؤ ان دونوں باتوں کو سوچیں۔ کیا دونوں نے ایک ہی قسم کا کام نہیں کیا مولوی صاحب اور میانصاحب دونوں ہی سمجھتے تھے۔ کہ جماعت میں بعض باتوں میں اختلاف ہے۔ اور کوئی بھی ایسا امیر ہونے کے قابل نہیں جس کے ساتھ بعض امور میں سب کا اتفاق ہو۔ اس لئے مولوی صاحب ایک راہ سوچتا ہے اور میاں صاحب دوسرا۔ کیا یہ اصول میاں صاحب نے وفات سے پہلے شائع نہیں کیا۔ اور یہ تمہید نہیں اس مسلک کی جو بعد میں اختیار کیا۔ لہذا دونوں سلسلہ کے لئے ایک سردار کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ مولوی صاحب بیعت کو غیر ضروری اسی لئے قرار دیتا ہے۔ اور ٹریکٹ میں اس کے لئے دلائل دیتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک کسی سے اختلاف عقائد رکھنا اور پھر اس کو پیر جاننا منافقت کے برابر ہے۔ میانصاحب اس مشکل کو اس طرح حل کرتا ہے کہ پیر اور مرید ایک دوسرے سے الگ الگ عقیدہ رکھ سکتے ہیں۔ اب اگر مولوی صاحب نے حضرت حکیم صاحب کی زندگی میں ٹریکٹ لکھا اور اس کی وفات کے بعد شائع کیا۔ تو میانصاحب نے یہ عقیدہ مولوی صاحب کی زندگی میں ایسے وقت لکھا اور شائع کیا جب وہ میانصاحب کا یہ عقیدہ نہ دیکھ سکتے تھے نہ اس کی تردید کرسکتے تھے۔ اگر مولوی صاحب نے حضرت حکیم صاحب کو ٹریکٹ کے مضامین سے اطلاع نہیں دی تو میانصاحب نے اپنے اعلان سے کب مرشد کو اطلاع دی۔ ہاں مولوی صاحب نے حکیم صاحب کی زندگی میں اعلان نہ کیا۔ اور میاں صاحب نے ایسے وقت میں عقیدہ ظاہر کیا جب موت نے اپنے ڈیرے ڈال دیئے تھے اور حکیم صاحب قبلہ اس عقیدہ کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ اسے عقلمندو غور کرو۔ اگر ٹریکٹ لکھنے والا غلطی پر تھا۔ تو الفضل کے کالموں میں ایک نئے اصول کا اعلان کرنے والا۔ اور اس کے بعد اسی اصول پر بیعت لینے والا کس طرح غلطی سے مصئون ہے۔

نواب محمد علی خان صاحب نے ایک نیا اشتہار نکالا ہے۔ جو آج میں نے پڑھا ہے جس میں پھر یہ طنز کے طور پر لکھا ہے کہ حضرت حکیم صاحب کی موت کے باعث کا انتظار مولوی

محمد علی کو تھا۔ کیا ایسے ہی قبیح رنگ میں یہ حملہ میاں صاحب پر عاید نہیں ہوتا۔ مولوی صاحب نے موت کا انتظار تو کیا، اور میاں صاحب نے اپنے اغراض کا اعلان اس وقت کیا جب حکیم صاحب کو کالمیّت سمجھا۔ لیکن یہ دونوں اعتراض غلط ہیں۔ اور یہ بیہودگی سے خالی نہیں۔ دونوں کے سامنے سلسلہ کی وقعت تھی۔ جس کی سمجھ میں جو آیا وہ نیک نیتی سے کیا۔

الغرض ٹریکٹ کا ذکر کرنا اور اس کو اپنے دعوے کے ثبوت میں بطور دلیل پیش کرنا ایک بے حقیقت بات ہے۔ اسی طرح ایک اور دلیل پیش کی گئی اور در اصل یہ وہ دلیل ہے جس کو بالکل لاجواب سمجھا گیا ہے۔ اور جس پر حضرت میاں صاحب کی خلافت کا سارا حصر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب ہم نے حضرت حکیم صاحب قبلہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کو خلیفۂ واحد انتخاب کیا۔ اس کی شخصی حکومت تلے آ گئے تو پھر اب اسی طرح حضرت میاں صاحب کے انتخاب پر ہم کو کیوں تامل اور اعتراض ہے؟ اوّل تو یہ بات ہی غلط ہے اور بالکل غلط اور سراسر غلط ہے کہ حضرت حکیم صاحب قبلہ کو ہم نے اُس رنگ میں اپنا امیر اور خلیفہ قبول کیا، جو رنگ حضرت میاں صاحب نے اپنے لئے تجویز کر لیا ہے۔ ایسا ہی یہ بھی غلط ہے کہ ہم نے حکیم صاحب کو ایک مامور کی حیثیت میں قبول کیا۔ یا حکیم صاحب قبلہ کو مسیح موعودؑ کے اختیار کا حکمران معاملات انجمن میں جانا ہم نے وہی کیا جو حضرت مرزا صاحب کی وصیّت نے ہمیں اجازت دی۔ ہم نے اس کے انتخاب میں وصیّت کے مطابق عمل کیا۔ اور یہ وہ امور ہیں۔ جن پر مفصّل میں آگے چل کر بحث کروں گا، اور واقعات سے دکھلاؤں گا۔ کہ جو کچھ اس معاملہ میں کیا جاتا ہے غلط کیا جاتا ہے۔ ہم نے تو جو کچھ حضرت حکیم صاحب کے معاملہ میں کیا وہ عین وصیّت کے مطابق تھا۔ ہاں میاں صاحب اس وقت جو امور اپنے لئے تجویز کرتے ہیں وہ مسیح موعودؑ کی وصیت کے صریح خلاف ہیں۔ لیکن بالفرض مان لو کہ ہم نے حکیم صاحب کو ایسا ہی خلیفہ مانا ہوا تھا۔ جیسے میاں صاحب کی خواہش ہے۔ اب اگر ہمارا وہ فعل وصیّت کے مطابق تھا تو پھر اب ہم میاں صاحب کی مخالفت میں راستی پر ہیں۔ اور اگر ہمارا یہ فعل حضرت اقدس کی وصیّت کے خلاف ہو تو خدارا اے مسیح موعودؑ کے ماننے والو! اے مہدی مسعود کے لفظ لفظ پر جان دینے والو! اے مرزا کی منشاء کے خلاف کرنا اپنے ایمان اور اسلام اور قرآن اور خدا اور رسول کے خلاف جاننے والو تم کو میں خدا تعالیٰ کی قسم دیکر یہ پوچھتا ہوں۔ کیا اگر بالفرض حضرت حکیم صاحب کے وقت ہم سے غلطی

ہوئی۔ اور آج ہمیں سمجھ آ گئی۔ کہ جو کچھ ہوا وہ حضرت اقدس صاحب کی منشاء اور وصیّت کے خلاف تھا۔ چلو بفرض محال یہ بھی مان لو کہ ہم کو خلافت سے ضد ہے۔ ہم ہم بزدل تھے اور حضرت حکیم صاحب سے ڈرتے تھے اور میاں صاحب کی ہم کو کم پرواہ تھی۔ یہ سب سچ لیکن ان باتوں کے ہونے پر بھی اگر حضرت میاں صاحب کی کل کارروائی اگر حضرت میاں صاحب کی کل کارروائی حضرت اقدس کی وصیّت کے بالکل خلاف اور حضرت اعلیٰ کے منشاء کو خاک میں ملانے والی ہے تو خدارا بتلاؤ کہ تمہارا پہلا فرض یہ نہیں کہ تم اس غلطی کا اعادہ نہ کرو۔ کیا تم خدا کے نزدیک راستباز اور متدیّن مسلمان اور احمدی ہو کہ تم کو یہ تو علم ہو جاوے کہ حکیم صاحب کے معاملے میں جو کچھ ہوا وہ وصیت کے خلاف ہوا۔ اور پھر بھی تم وصیّت کو بالائے طاق رکھ، ایک غلط طریق پر قدم زن ہو۔ اس لئے اے پاک سلسلہ کے ممبران تقویٰ کو ہاتھ سے نہ دو۔ میں تم کو یہی کہوں گا۔ کہ حضرت حکیم صاحب کے معاملہ میں جو کچھ کیا وہ وصیّت سے باہر نہیں کیا۔ لیکن جو کچھ ہی ہو اگر وہ وصیّت کے برخلاف تھا۔ تو تو پھر یہ ظلم ہے۔ کہ دوبارہ اسی غلطی کو کیا جائے۔ اگر تو وصیت کے الفاظ مبہم ہوتے اور وہ تشریح چاہتے۔ اور تشریح میں گذشتہ عمل کو پیش کیا جاتا تو سوال بالکل الگ ہے۔ اگرچہ قانوناً یہ کوئی حجّت نہیں۔ لیکن یہ رائے کی غلطی تا نو ناً سمجھی جاوے گی۔ لیکن اگر وصیت کے الفاظ بالکل صاف اور بیّن ہیں اور میاں صاحب جو چاہتے ہیں۔ وہ وصیّت کے خلاف چاہتے ہیں تو پھر تم وصیت پر عمل کرو۔ جاؤ قرآن کو دیکھو وصیّت کے متعلق کہاں تک وہاں تاکید ہے کیا تم محض ضد اور تعصّب میں آ کر ایک گروہ کی مخالفت اور ایک گروہ کی حمایت میں وصیّت کا خون کردو گے۔ اگر یہ باتیں اس میں تھیں تو خدا تعالےٰ سے ڈرو۔ اور اس غلطی عظیمہ کے دفعیہ کا انتظام کرو۔ جس کے ماتحت حضرت مسیح موعود کا نام کاٹ کر تم نے حضرت میاں صاحب کا نام ڈال دیا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ حکیم صاحب کے معاملہ میں ہم نے وصیّت کے خلاف نہیں کیا۔ اور اگر کیا تو ایک غلطی ہوئی۔ لیکن یہ غلطی بھی نہ شرعاً نہ عرفاً نہ قانوناً دوسری غلطی کی جوازیت پر دال ہے۔ خدا سے ڈرو۔ اور اس دن کو یاد کرو۔ جب اس وصیّت کے لکھنے والے کو تمہیں منہ دکھانا ہو گا۔ آؤ ٹھنڈے دل سے وصیّت کو پڑھیں اور اس میں دیکھیں کہ کہیں یہ لکھا ہے کہ ایک غیر مامور شخص جس طرح چاہے انجمن کے معاملات کو محض اپنی شخصی رائے پر چلائے۔

وصیّت کو خوب غور سے پڑھو، اور دیکھو کہ اسمیں آیا کوئی شخص واحد عین حضرت کا جانشین نظر آتا ہے یا کل انجمن ـــــ وصیّت کو پڑھو اور غور کرو اور دیکھو آیا اس میں بیعت کا لینا ایک شخص کی ذات سے وابستہ ہے. وصیّت کو سنو اور گوشِ دل سے سُنو اور دیکھو کہ اس میں انجمن کے روپیہ کا خرچ اور سلسلہ کا نظام ایک کے ہاتھ میں ہے یا زیادہ کے ہاتھ میں ہے.

پیارو ! اگر تمہیں خود سمجھ نہیں آتی تو وصیّت اور ضمیمۂ وصیت کو کسی غیر احمدی یا ہندو یا انگریز قانونی پیشہ کے پاس ہمارے علم کے بغیر بھیجدو. اور اس سے خدارا مشورہ لو. بے شک اس کو یہ بھی کہدو کہ وصیّت کے بعد چھ سال حضرت قبلہ حکیم صاحب کے معاملہ میں اس طرح عمل ہوا. جس طرح تم کہتے ہو، حالانکہ میں بار بار کہتا ہوں کہ کم از کم میں نے کبھی وصیّت کے خلاف اس امر میں جہانتک میری سمجھ ہے عمل نہیں کیا. لیکن نہیں تم قانونی مشیر کو بے شک کہدو کہ انجمن اور معاملات انجمن بالکل ایک شخصی رائے کے ماتحت سرانجام پلتے رہے ہیں. پھر اگر اس کی رائے یہ ہو کہ موجودہ طرزِ عمل وصیّت کی منشاء کے خلاف ہے اور جو انجمن اس وقت بنائی گئی ہے. جو قانوناً اس کا کوئی وجود ہی نہیں اور نہ یہ انجمن اُن حقوق کی قانوناً مستحق ہے جو اُسکو وصیّت کے ماتحت حاصل ہیں. نہ یہ انجمن قانوناً کسی عدالت میں وہ مفاد حاصل کر سکتی ہے جو اسے دیتی ہے تو پھر خدارا ڈرو. اور اصلاح کرو. وصیّت پر چلنا حکمِ قرآن ہے. میں اُس دن سے ڈرتا ہوں. اور خدا کرے وہ دن ہم نہ دیکھیں. جس دن تم کسی عدالت میں کھڑے ہوگے اور جس کی دھمکیاں قادیان سے دی جارہی ہیں. ہاں یاد رکھو انجمن کا مدعی کی حیثیت میں پیش ہونا سب سے پہلے مدعا علیہ کی طرف سے جو کوئی بھی ہو' یہ تمہیدی اعتراض پیدا کرے گا. کہ یہ انجمن وہ صدر انجمن نہیں. نہ از روئے وصیّت اس کی قائمقام ہے جو وصیّت کی بنا پر بنائی گئی تھی. پھر اگر یہ عدالت نے قرار دیدیا کہ یہ انجمن واقعی صدر انجمن بربناء وصیّت نہیں تو کل انتظام خراب ہو جاوے گا. خدا نہ کرے تم اس قدر مغضوب الغضب ہو کہ ایک دوسرے کے مقابل عدالت کی طرف کسی معاملہ میں چلے جاؤ. لاہور والوں نے شرافت کی. کہ انجمن کی کل جائیداد از روئے قانون غیر مستحق ہاتھوں کے حوالہ چھوڑ دی. اور خاموشی سے اپنے کام کو ... قسم پر شروع کیا. اور عدالت میں چارہ جوئی کر کے سلسلہ کی رہی سہی عزّت کو خاک میں نہ ملایا. لیکن میں

نہیں یہ کہ چھوڑتا ہوں۔ کہ بہت جلد تم اپنے آپ کو عدالت میں پاؤ گے، جن لوگوں نے نہایت قیمتی قیمتی جائداد ونکی وصیتیں کی ہیں۔ ان کے دار البقاء جانے پر اگر اُن کے ورثا میا تعبین میں سے نہ ہوئے۔ غیر احمدی ہوئے یا ان کی نیت میں کچھ بھی آ گیا۔ تو اپنے مورثوں کی وصیت پر عمل نہیں کریں گے یا تم لاکھہا روپیہ کی جائداد گنواؤ گے یا اگر عدالت میں جاؤ گے تو وصیّت کنندگان کے ورثاء اصولاً یہی اعتراض کریں گے کہ مدّعی کو دعویٰ حاصل نہیں، کیونکہ یہ صحیح قائم مقام اس صدر انجمن کی نہیں جو بروئے وصیّت بنائی گئی تھی۔ تم میں سے بعض نادان جن کے پاس بڑی سے بڑی دلیل جذبات کا اک نا ہُوا کرتا ہے۔ وہ فوراً بول اٹھیں گے۔ کہ یہ شخص احمدیوں پر حکم ایک ہندو یا انگریز یا غیر احمدی قرار دیتا ہے۔ نادانو! وصیّت کا پڑھنا یا اُس کے معنے کرنا کسی اسلامی علم کو مزد رتاً نہیں چاہتا۔ اور نہ حضرت صاحب کے وصیّت کے معنے کرنے میں مہہ عدالت پوچھے گی کہ یہ وصیّت کہاں تک اسلام کے موافق یا غیر موافق ہے۔ صرف وہ وصیّت کو دیکھیں گے یا اس عمل کو جو وصیت کنندہ کی زندگی میں ہُوا۔ وہ اس عمل کو نہ دیکھیں گے جو وصیّت کنندہ کے بعد کسی اور نے کیا۔

یاد رکھو۔ اور خوب یاد رکھو۔ تم نے آئے دن عدالت میں جانا ہے۔ اسی غرض کے لئے انجمن کی رجسٹری کرائی تھی۔ چنانچہ مخدومی حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری کے معاملہ میں ہم عدالت میں گئے۔ اُس کے بعض بیٹے بھی احمدی تھے۔ انھوں نے عدالت میں حکیم صاحب کی وصیّت سے انکار کیا۔ اور اگر آج وہ مقدمہ عدالت میں ہوتا تو پہلا اعتراض یہی ہوتا کہ یہ انجمن اس انجمن کی قائمقام نہیں۔ جس کے حق میں وصیّت تھی۔ اور جب انجمن عدالت میں جاوے گی تو یاد رکھو۔ اس وصیت کا معنے کرنے والا ضروری نہیں کہ احمدی ہو بلکہ یقیناً غیر احمدی۔ مسلم یا غیر مسلم ہی ہو گا۔ اور دستاویز کے معنے کرنا ایک قانونی مسئلہ ہے۔ جو آخر کار چیف کورٹ یا ہائی کورٹ تک پہنچے گا۔ ؎

من از ہمدردی ات گفتم تو خود ہم فکر کن بارے ؛؛ خرد از بہر این روز است اے دانائے ہشیارے

لِللّٰہ میری اس نصیحت پر عمل کرو اور کسی قانونی مشیر کا مشورہ لو۔ اور جب کسی اعلیٰ اور دانا اور قانون پیشہ کے پاس جاؤ تو ذیل کے امور اس کے آگے پیش کرو۔

ہاں کوئی نہایت اعلیٰ پایہ کا قانون پیشہ تجویز کرو۔ اور اس کو مشورہ کی معقول فیس دو اس کو کہو وہ ایک ہفتہ اس پر غور کرے۔ امور ذیل کے علاوہ وہ کل تحریریں بھی پیش کرو جو وصیّت کے متعلق حضرت اقدس مرزا صاحب نے کی ہوں، پھر اس طرزِ عمل کو بھی لیسے بیشر کو بتلاؤ جو حضرت اقدس کی زندگی میں تادم واپسیں صدر انجمن کا رہا ہو۔ پھر اُس تحریر کا بھی ذکر کرو جو حضرت میرزا مرزا نواب صاحب کی بے ضابطگیوں پر میری ہی تحریک سے حضرت اقدس مرزا صاحب نے لکھی اور جس کی نوٹوں کی اشاعت پر بعض نے مغلوب الغضب ہو کر اخباروں میں ہنسی اڑائی۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو۔ تم تو آج کہتے پھرتے ہو کہ وصیّت وصیّت لئے پھرتے ہیں۔ یہی وصیّت تمہیں ایک دن تکلیف دے گی۔ یاد رکھو اور پھر یاد رکھو۔ وصیّت کے معنے کرنے میں صرف انھیں امور کو عدالت غور کرے گی جو میں نے ذکر کئے اور عدالت اس طریق بحث کی ذرّہ بھر پروا نہ کریگی۔ ——— جو انجمن بالفرض حضرت اقدس کی وفات کے بعد حضرت حکیم صاحب کی زندگی میں کرتی رہی۔ وہ انجمن کی رائے پر ایک منٹ کے لئے غور نکرےگی جو بالفرض حضرت حکیم صاحب نے یا کسی اور نے انجمن کے متعلق ظاہر کی ہو۔ آؤ اس عظیم الشان ٹرسٹ کو تباہ نہ کرو جو خدا کا مسیح تمہارے سپرد کر گیا ہے اگر لاہور والوں نے انجمن کی جائداد محض اپنی شرافت سے اور سلسلہ کو پبلک ذلّت سے زیادہ بچانے کے لئے غیر مستحقین کے ہاتھ لینے دے تو وصیّت کنندگان کے ورثاء ایک منٹ کے لئے اسیات کی پروا نہ کریں گے۔ اگر مسیح کے الفاظ پہنچے ہیں تو تمہارے سارے سلسلہ کا نظام انھیں وصیتوں پر ہوتا ہے۔ اور بالفرض اگر قادیان کے بزرگ یہ امر لپسند نہیں کرتے۔ کیونکہ اُن کی تحریروں میں وصیّت کا ذکر کم ہوتا ہے لاہور والے وصیّت پر زور دیتے ہیں، اور اب بھی وہ طریق عمل پیش ہوتا ہے جو حکیم صاحب کی زندگی میں ہوا۔ حالانکہ وہ بھی وصیّت کے خلاف نہ تھا لیکن بالفرض خلاف بھی تھا تو بھی قانوناً وصیّت کے معنے کرنے پر ان کا اثر نہیں۔ قادیان کے بزرگوں کا وصیّت سے گریز ہی ان کی کمزوری تجویز کرتا ہے۔ کیا مزے کی بات ہے کہ معاملہ متنازعہ میں اہل لاہور کہتے ہیں کہ آؤ وہ بات دیکھیں جو مرزا کہتا ہے اور قادیان والے کہتے ہیں اُس کو نہ دیکھو بلکہ وہ دیکھو جو نورالدین اور کمال الدین نے کی۔ اے سلسلہ کے ممبرو اگر یہ بوڑھے آدمی ہیں۔ جو میری رائے پر عمل کرتے تو تم خود اپنے اپنے ہاں وکلاء سے پوچھو آخر اس کا

اثر ہمارے مالوں پر ہے. تم ذیل کے امور کسی وکیل کے سامنے رکھ کر اُس سے رائے لو سب سے پہلے اس کو رسالہ الوصیّت میں سے ذیل کی عبارت دکھلاؤ۔

" اس صورت میں ایک انجمن چاہیے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہیگا۔ اعلأً کلمۃ السلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔

پھر وصیّت کے بعد حضرت نے ایک ضمیمہ متعلق وصیّت شائع کی جو قانوناً درست تھا۔ اس سارے ضمیمہ میں انجمن ہی ہر امر کی متکفل بتلائی گئی ہے۔ قریباً اس ضمیمہ کی ہر ایک دفعہ میں انجمن کا لفظ موجود ہے۔ اگرچہ وہاں انجمن کا نام **انجمن کارپرداز مصالح قبرستان** حضرت اعلیٰ نے لکھا ہے۔ لیکن خود حضرت میاں صاحب بھی اس امر سے انکار نہیں کرتے کہ خود حضرت اعلیٰ کے حکم اور منشا سے اس انجمن کا نام صدر انجمن احمدیہ حضرت اعلیٰ کی زندگی میں رکھا گیا اور صدر انجمن ہی انجمن کارپرداز مصالح قبرستان کی صحیح قائمقام ہے۔

اس ضمیمہ کی دفعات ذیل قابل غور ہیں۔ دفعہ (۵) ہر ایک میّت جو قادیان کی زمین میں فوت نہیں ہوئی ان کو بجز صندوق قادیان لانا ناجائز ہوگا۔ اور یہ ضروری ہوگا کہ کم سے کم ایک ماہ پہلے اطلاع دیں تا کہ اگر انجمن کو اتفاقی مواقع قبرستان کے متعلق پیش آگئے ہوں تو اُن کو دُور کر کے اجازت دے۔

(۹) انجمن جس کے ہاتھ میں یہ روپیہ ہوگا۔ اس کو اختیار نہیں ہوگا کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کے اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے ان اغراض میں سب سے مقدم اشاعت اسلام ہوگی اور جائز ہوگا کہ انجمن باتفاق رائے اس روپیہ کو تجارت کے ذریعہ سے ترقی دے۔

(۱۰) انجمن کے تمام ممبر ایسے ہوں گے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور پارسا طبع اور دیانتدار ہوں اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے یا یہ کہ وہ دیانتدار نہیں یا یہ کہ وہ چالباز ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ اور مقرر کرے۔

(۱۳) چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی **جانشین** ہے اس لئے اس انجمن کو دُنیاداری کے رنگوں سے بالکل پاک رہنا ہوگا۔ اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف

پر مبنی ہونی چاہئیں۔

(۱۴) جائز ہوگا کہ اس انجمن کی تائید اور نصرت کے لئے دور دراز ملکوں میں اور انجمنیں ہوں جو ان کی ہدایت کے تابع ہوں۔

اس کے بعد صدر انجمن کے قواعد بنتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کے علم اور اجازت اور اُن دستخط سے شائع کئے جاتے ہیں اور انجمن باضابطہ ان قواعد کی بنا پر سرکاری طور سے رجسٹری کرائی جاتی ہے۔ پھر حضرت میر صاحب کے اہتمام میں مسجد مبارک بنتی ہے۔ اور بعض امور کے پیدا ہونے پر میں خود اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اس امر کا بھی فیصلہ کریں کہ کہاں تک صدر انجمن کے احکام اور فیصلہ جات پر شخصی رائے کا اثر ہے اور آیا معاملات سلسلہ میں جو انجمن کے ہاتھ میں وہ کسی کی شخصی رائے کے ماتحت ہیں یا انجمن کے' کا اجتہاد اُن کے لئے کافی ہے میں نے یہاں تفصیل اور نہیں کی۔ اگر میاں صاحب اجازت دیں تو میں تفصیل بھی کر دوں گا۔

اس پر خدا کا مامور مسیح ذیل کے الفاظ لکھتا ہے: "میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جاوے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے ....

تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے۔ لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہمارے خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجھ کو اطلاع دی جاوے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشا میرے ہرگز نہیں کرے گی۔ لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالےٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہے۔

او احمد کے نام لیواؤ۔ کیا تم پر ایک دن وہ وقت نہیں تھا جب حضرت مسیح موعود کے کسی قلمی تحریر کو تم آنکھوں پر لگاتے اور بطور تبرک گردن میں رکھتے، اور بڑی بڑی قیمت سے خریدتے تھے۔ آج یہ وہی تحریر ہے اس کا اصل لاہور کے پاک ممبروں کے پاس موجود ہے اور اس کو تمہاری روشنی اور برکت کے لئے تمہارے پاس پیش کرتا ہوں۔ اور بعض نااہل تم میں سے اس فوٹو پر مضحکہ اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فوٹو لئے پھرتے ہیں۔ اور تم محض دھڑ بندی میں اس بے عزتی کو گوارا کرتے ہو۔ آہ اس وقت مجھے دو باتوں کا سخت خطرہ ہے۔ اور میں

ان کے آثار دیکھتا ہوں۔ مسیح ناصری کی مثال کو ہرگز نہ بھولو، دیکھو وہ خدا بن گیا۔ محض مریدوں کے غلوء سے وہ ضلالت خدانہ کرے اس سلسلہ احمدیہ میں پیدا ہو۔ اس وقت دو باتوں کا اعلان لاہور میں ہو رہا ہے۔ ایک امر تو ایک ایک احمدی کے گھر میں جا کر اعلان کیا جاتا ہے کہ مرزا مستقل نبی تھا۔ دوسرا یہ کہ خود میاں صاحب ایک نہایت عالیشان نبی ہے۔ وہ دن قریب ہے جب یہ عقیدہ تراشا جاوے کہ خود حضرت مرزا صاحب کو اس لئے صاحب کمالات کہا گیا کہ اس کے وجود سے ایک افضل الرسل انسان نے پیدا ہونا تھا۔ میں نے ایک لڑکی کے منہ سے ایسی باتیں سنی ہیں۔ کیا وہ تشریحیں جو مولوی محمد حسین بٹالوی اور دوسرے مخالف مولوی حضرت اقدس کی تحریرات کی کیا کرتا تھا کہ یہ شخص نبوت مستقلہ کا مدعی ہے۔ اور حضرت صاحب ان امور کو بٹالوی کی افترا اور بہتان قرار دیتے تھے اب وہی باتیں تمہارے اعمال اور عقائد نے خود ثابت کر دیں اب اگر حضرت اقدس حقیقی اور مستقل نبی ہیں اور جزوی غیر تشریعی اور ظلی نبی نہیں اگر غلام احمد نہیں بلکہ خود احمد ہے اور اسمہ احمد والی آیت کا بروزی مصداق نہیں بلکہ اس آیت کو آنحضرت صلعم سے کوئی تعلق نہیں اور اس سے حضرت اعلیٰ مراد ہیں تو پھر کیوں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ترمیم لازم نہیں آتی۔ یہ عقیدہ خطرناک حملہ ہے۔ کلمہ طیبہ پر۔ آہ تم نے اُن الزامات کو آج سچ کر دکھایا، جو غیر احمدی آج تک ہم پر کیا کرتے تھے۔ ابھی ایک الزام ہم پر ہے کہ ہم نے یعنی احمدیوں نے ایک خاص کلمہ ایجاد کر رکھا ہے۔ لیکن یاد رکھو ان تمام اکاذیب واباطیل کا جواب خود تمہارا مرشد تمہیں بالفاظ ذیل میں دے گیا ہے۔

★ "(میں) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔"

اب بتلاؤ خود تمہارے امام کا فتویٰ تم پر کیا ہوا۔ یہ سزا ہے اس بات کی کہ تم نے اہل قبلہ اور کلمہ پڑھنے والوں کی تکفیر کی اور وہی کفر تم پر ان بدعقائد کی رو سے تمہارے ہی مرشد حقیقی کے فتویٰ سے عود کر آیا۔ جہاں تک میرا قیاس ہے حضرت میاں صاحب ایسا عقائد فاسدہ کے ذمہ دار نہیں۔ اگر ان کا پرائیویٹ خط درست ہے وہ حضرت مرزا صاحب کو مستقل نبی نہیں جانتے۔ ہاں اگر ان کا وہ خط درست ہے جو پرائیویٹ طور پر محمد عثمان صاحب کو

اُنھوں نے لکھا کہ جو پیغام صلح میں چھپا۔ اور اس کے متعلق میاں صاحب کی طرف سے آجتک خاموشی ہے تو ایک طرف تو وہ مصلحت وقت اسی میں دیکھتے ہیں کہ حضرت صاحب کا اصلی مقام قائم کیا جاوے دوسری طرف وہ اس امر سے ڈرتے ہیں کہ کہیں حضرت صاحب کو لوگ واقعی مستقل نبی نہ سمجھنے لگ جاویں۔ میں حضرت میاں صاحب کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ خطرہ حقیقت ہو گیا، وہ غلوُ جو لاہور کے بعض حصّوں میں ہو رہا ہے۔ خدا ہی رحم کرے۔ مخالفین کا ایک دفد لاہور میں گھر بگھر جاتا اور یہ پیغام دیتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب مستقل نبی اور آنحضرت صلعم کے برابر تھے۔ اس لئے میں نے میاں صاحب کی خدمت میں عرض کی ہے کہ وہ اپنی پوزیشن کو خود صاف کریں۔ ایسے عقیدہ کے متعلق صاف فیصلہ دیں۔ اور ان لوگوں کو اپنی جماعت سے خارج کریں۔

ان عقائد کی اشاعت کرتے ہیں۔ اور ان عقائد سے اپنی بیزاری ظاہر کریں۔ ساتھ ہی اس اصول کی ترمیم کریں۔ کہ اُن کا مُرید اُن سے عقائد میں اختلاف رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک اس غلو اور ضلالت کا ذمہ دار جو اس مستقلہ نبوّت کے متعلق ہو رہا ہے۔ یہی اصول بیعت ہے۔

ہاں میں نے ابھی وصیّت اور ضمیمہ وصیّت کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ اور پھر ان کے بعد وہ فیصلہ کن اور ناطق تحریریں پیش کی ہیں جو حضرت اعلیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھیں اور جس نے وصیّت کو کامل طور پر مشرح کر دیا۔ اس سے ذیل کے نتائج صریح اور صاف طور پر نکلتے ہیں۔

(۱) انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔

(۲) قوم کے مال صرف انجمن کے ممبران کے سپرد کئے جاویں گے نہ کسی فرد واحد کے وہی اس مال کو خرچ کریں یا استعمال میں لاویں۔

(۳) ہر قسم کے اختیارات اور ذمہ داریاں انجمن کو دی گئی ہیں نہ کہ فردِ واحد کے۔

(۴) کسی ممبر کا خارج ہونا انجمن کے ہاتھ میں ہے نہ کسی فرد واحد کے ہاتھ میں۔

(۵) کل سلسلہ کے انجمنوں پر حکمران انجمن ہے نہ کوئی خلیفہ واحد۔

(۶) حضرت صاحب کی زندگی کے بعد ہر ایک امر میں انجمن کا اختیار ہی کافی ہو گا۔

خدارا غور کرو یہ الفاظ کس قدر صریح ہیں۔ اگر وہ مکالمہ جو پیغام صلح کے کالموں میں ہے حضرت میاں صاحب اور سردار محبوب خان صاحب درج ہے۔ درست ہے تو حضرت میاں صاحب نے ایک ضرورت ایسے خود مختار خلیفہ کی یہی بتلائی ہے کہ وہ بدمعاش ممبران انجمن کو انجمن سے خارج کر سکے۔ اب اگر میاں صاحب کا یہ عقیدہ ہے تو پھر کیا یہ حضرت اقدس کے منشا کے صریح خلاف نہیں جو انھوں نے صاف الفاظ میں ممبروں کے خارج کرنے کے متعلق لکھی ہے۔

اگر یہ نتائج جو میں نے اخذ کئے ہیں۔ درست ہیں تو پھر کل انجمن کے کل اموال پر ایک شخص کا حکمران ہونا اصول اور منشاء حضرت کے خلاف ہیں۔ دیکھو یہاں کسی کی دیانت یا عدم دیانت پر بحث نہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب مالی معاملات میں متدین ہیں لیکن سوال تو اصول کا ہے کہ حضرت صاحب تو قوم کے اموال کو وصول کرنے کا حق انجمن کو اور صرف انجمن کو دیں اور جدید عقائد کے ماتحت یہ امر ایک شخص واحد کو دیا جائے اور کیا میاں صاحب نے ایک ہفتہ یا دو ہفتہ ایسا نہیں کیا۔ انھوں نے یہ اعلان نہیں کیا کہ کل لوگ روپیہ ان کے نام بھیجیں۔ اور انجمن کو نہ بھیجیں۔ اگرچہ بعد میں انھوں نے اس غلط اعلان کی خود ہی بتقاضاء وقت اصلاح کر دی۔ لیکن اپنے اختیارات سے ایک خطرناک مثال قائم کر دی۔ یہ کہا جاویگا کہ انجمن نے اپنے اختیار سے یہ اختیارات ایک شخص کو دیدیئے اس سے وہ اعتراض بھی دُور ہو گیا جو لاہور والے کرتے ہیں۔ کل ممبران انجمن ایسے شخصی اختیارات حضرت میاں صاحب کو دیتے ہیں۔ اس لئے یہ حضرت مسیح موعود کی منشا کے خلاف نہیں۔ پیارو یہ رائے سراسر ہی غلط ہے۔ خدانخواستہ اگر انجمن کسی کسی وقت کوئی امر اپنے اجتہاد سے ایسا کر گزرے جو صریح خلاف اسلام ہو۔ تو کیا یہ امر درست ہوگا۔ دیکھو خود انجمن کا اجتہاد بھی قانوناً کسی امر کے لئے قطعاً نہیں جس کے خلاف وصیّت کنندہ کی صریح منشا پائی جاتی ہو، قانوناً اور ایسا ہی شرعاً جس وصی کو وصیّت کے ماتحت کلی اختیار ہوں۔ وہ کل اختیارات اس حد تک چل سکتے ہیں جس حد تک وصیّت کنندہ کی منشاء کا نفاذ ہو اور اگر وصیّت کنندہ کی منشا کھلی کھلی اور صریح اور صاف ہو اور اس وصیّت کے ماتحت ایک با اختیار وصی کوئی ایسا امر کرے جو اُس وصیّت کے کسی منشا کے خلاف ہو۔ تو پھر وصی کا وہ فعل قانوناً اور شرعاً ناجائز ہوگا۔ انجمن کے معاملات کو

کسی فردِ واحد کے حوالہ کرنا اور اپنے ہاتھ میں نہ رکھنا۔ حضرت اقدس کی صریح وصیّت کے خلاف ہے۔ اس لئے قادیان کے موجودہ صدر انجمن کا یہ فیصلہ کہ ہم میاں صاحب کو وہی اختیار دیتے ہیں جو حضرت مسیح موعود کو حاصل ہیں اور یہ بھی اس صورت میں جب اس انجمن کو قانون کی نگاہ میں کوئی وجود ہو۔ جس طریق پر یہ انجمن بنائی گئی ہے۔ وہ ان نقصوں سے خالی ہیں جو اس انجمن کی ہستی کو کالعدم کر دیتے ہیں۔ جاؤ کسی قانون داں سے پوچھو، اور دریافت کرو کہ یہہ میری رائے جو قانونی ہے وہ درست ہے یا نہیں کہ انجمن کا ہر ایسا اختیار جو حضرت صاحب کی وصیّت کے صریح الفاظ کے خلاف ہو وہ قابلِ نفاذ نہیں، اور ہر ایک ممبر جماعت احمدیہ کے انجمن کا حق ہے کہ اس کو عدالت میں جا کر کرا دے۔ اے احمدیو یہ وصیّت کا توڑنا گناہِ عظیم ہے۔ ہم نے جس کو مانا یا مانیں گے وہ حضرت اقدس کے طفیل مانیں گے۔ تم اگر حضرت میاں صاحبؔ کا طریق عمل وصیّت کے خلاف جانتے ہو اور اس میں کسی قانونی مشیر کا مشورہ لو تو پھر یاد رکھو نہ تم احمدی ہو۔ اور نہ قرآن پر چلنے والے۔ میرے نزدیک وہ احمدی نہیں جو اس غلطی کی اصلاح میں کوشش نہ کرے۔ خدا نہ کرے تم عدالتوں میں جاؤ۔ لیکن تم حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کرو۔ اور اس کو کہو کہ وہ قانونی رنگ میں تمہاری تشفی کرے۔

ہاں میں نے ابھی کہا ہے۔ کہ ہم نے حضرت قبلہ حکیم صاحب کو اُن اختیارات کے ساتھ کبھی خلیفۃ المسیح قبول نہیں کیا۔ جو آج کل حضرت میاں صاحب کے لئے تجویز ہو رہی ہیں۔

یہ امر ظاہر ہے کہ خود حضرت اقدسؑ کی زندگی میں آپ نے دو احمدیوں کو اپنے نام پر بیعت لینے کا حکم دیا۔ ہاں جب آپ نے وصیّت تحریر فرمائی تو آپ نے اپنے بعد دو امور اپنی وصیّت اور اُس کے ضمیمہ میں لکھے ایک تو یہ امر کہ آپ کے بعد جماعت کے بعض افراد آپ کے نام پر بیعت لیں۔ وہ کون لوگ ہیں اُس کے متعلق آپ نے ذیل کے الفاظ ارقام فرمائے۔

"ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کرینگے۔ کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔"

بیعت لینے کے متعلق تو آپ کا یہ ارشاد ہوا۔ باقی رہا معاملات سلسلہ کا چلانا۔ اس کے متعلق حضرت

اقدس نے خود انجمن کو اپنے بعد کل امور کا متکفل قرار دیا۔ اور اُس کو۔ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین کی۔ اب خدارا ابتلاؤ اسے لفظی بحث میں پڑنے والو خلیفہ اور جانشین مترادف ہیں۔ اور ہم معنی الفاظ ہیں۔ اور جو مرید اپنے مرشد کے نام پر بیعت لے کر اس مُرشد کے سلسلہ میں نئے آدمی داخل کرتا ہے اُس کو عرفاً خلیفہ نہیں کہتے۔ یا جو شخص کسی کے کاروبار سنبھال لے۔ وہ اُس کا خلیفہ نہیں ہوتا۔ یہی معنی اس کے لغوی اور اصطلاحی اور شرعی اور عرفی ہیں۔ اب جو شخص مسیح موعود کے نام پر چالیس مومنوں کے انتخاب سے بیعت لینے کا مجاز ہوگا اس کا نام تم خلیفۃ المسیح رکھو گے یا کچھ اور۔ پیارو تم کو کیا ہو گیا۔ کیوں عقل سے کام لینا چھوڑ دیا گیا۔ اگر خلیفہ اور جانشین۔ ہم معنے اور مترادف ہیں تو پھر خود مسیح الموعود نے اپنا خلیفہ کس کو بنایا۔ دیکھو تمہاری انجمن کو خود مسیح موعود نے کہا۔ کہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اسلئے باقی جس قدر خلیفے ہیں۔ اُن کو تم خود انتخاب کرتے ہو۔ اور اس طرح تمہارے انتخاب پر وہ خلیفۃ المسیح ہوتے ہیں۔ لیکن انجمن کا نام خود مسیح موعود نے خلیفۃ المسیح رکھا ہے۔ کیا یہ میری تشریح ہے۔ آؤ تمہیں خود حضرت خلیفۃ المسیح حکیم نور الدین صاحب کے الفاظ سناؤں

”حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے۔ وہ تمہیں کھول کر سناتا ہوں کہ جس کو خلیفہ بنانا تھا۔ اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا۔ ادھر ۱۴۔ اشخاص کو فرمایا کہ تم بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو۔ تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے۔ پس اِن چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرا دی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا۔ پھر نہ چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجتماع ہو گیا۔“

اس کے بعد مجھ سے حضرت قبلہ سید محمد احسن صاحب سلمہٗ کے الفاظ سن لو۔ محمڈن یونیورسٹی کے معاملہ میں ان کی رائے یہ تھی کہ صدر انجمن کوئی امداد یونیورسٹی کو نہ دے انھوں نے ایک خط شیخ محمد لطیف صاحب کو لکھا۔ وہ اس وقت تک محفوظ ہے جو چاہے دیکھ لے۔ اس کا آخری حصّہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

”یہ عریضہ بھی میرا جناب سیکرٹری صاحب اور میر مجلس صاحب کے پیش کیا جاوے میں

صدر انجمن احمدیہ کو ماتحت حضرت خلیفۃ المسیح کے نائب مسیح موعود کا اعتقاد کرتا ہوں لیکن نائب رسول صدیق اکبر کے خطبہ میں یہ ارشاد موجود ہے کہ ایھا الناس انما انا متبع والسنت بمبتدع ان احسنت فاعینونی وان زغت فقوّمونی ۔ اس کے بموجب صدر انجمن کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں ۔ چندہ علیگڈھ کی نسبت تو اس آیت کو یاد رکھیں : " ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من دون اللہ اولیاء"۔ کیا یہی وہ علماء نہیں جو حضرت اقدس نے بہ حیثیت علماء صدر انجمن میں داخل کئے ۔ آپ خود غور کر لو۔ ایک نے انجمن کو خلیفۃ المسیح اور دوسرے نے نائب مسیح کہا ۔ شاید یہ تو سمجھ لیں گے کہ خلیفہ اور نائب مترادف ہیں ۔ آج کل فسئلوا اھل الذکر ۔ پر زور ہو رہا ہے ۔ آؤ دیکھ لو یہ ہمارے اہل الذکروں کی رائے ہیں ۔ یعنی نواب محمد علی خان نے جس اشتہار کا ذکر کیا ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ پروگرام جلسہ میں خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی غلام حسن صاحب کے ناموں کے ساتھ خلیفۃ المسیح کا لفظ زائد کر کے مبائعین کے دل کو دکھایا گیا ہے ۔ اور استہزا کیا گیا ہے اگر چالیس مومنوں کے انتخاب کرنے پر کسی کا مسیح کے نام مجاز بیعت ہونا اسے عرفاً خلیفۃ المسیح کہلوانے کا حق دیتا ہے ۔ اور اگر انجمن ہذا کے مقرر کردہ خلیفہ کے جانشین ہونے کی حیثیت میں بالفاظ حضرت قبلہ حکیم صاحب و سید صاحب خلیفۃ المسیح ہے تو پھر اس دل دکھانے اور استہزا کے ذمہ خود حضرت مسیح اور ان کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح حکیم صاحب و سیّد صاحب خود ہیں ۔ اس موقع پر اس گفتگو کا یہاں ذکر کر دینا بھی ضروری ہے جو مجھ میں اور حضرت مسیح موعود میں وصیت کی تحریر کے بعد ہی قادیان میں بمعہ موجودگی حضرت مولوی محمد علی صاحب ۔ مولوی غلام حسن صاحب ہوئی ۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ نواب محمد علی خان صاحب بھی تھے ۔ اور کم از کم ایسا یاد پڑتا ہے کہ انھیں کے ساتھ میں نے گفتگو کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں یہ عرض کی کہ حضور کی وصیّت کے ماتحت تو گاؤں گاؤں خلیفہ ہو جائے گا ۔ آپ نے فرمایا ۔ اور آپ کا اس میں کیا حرج ہے ۔ یہ لوگ تو صرف دوسروں کو سلسلہ میں داخل کریں گے ۔ ان کو اموال سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں ۔ کیونکہ یہ انتظام انجمن کے سپرد ہے ۔

مجھے حیرت آتی ہے کہ ہمارے دوستوں کو کیا ہوا ۔ کوئی ان کا یہ اشتہار شروع سے آخر تک

پڑھے اس میں شروع سے لیکر آخر تک کوئی دلیل حقہ نہیں۔ صرف پڑھنے والوں کے جذبات کو محرک کیا گیا ہے اور غلط واقعات پیدا کرنے اور نفرت بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ایسی باتیں لکھ دی ہیں جن سے عام طبیعت مشتقل ہوکر معقولیت اور سلیم المزاجی ہاتھ سے گرا بیٹھے۔ پھر اس اشتہار میں بعض خطوط کے چھاپنے کی دھمکی بھی دی گئی ہے۔ جو کہا جاتا ہے کہ جو بعض دوستوں نے حضرت حکیم صاحب کو لکھے۔ سو نواب محمد علی خان صاحب کو یاد رہے کہ اور دونکے پاس بھی خطوط اس سے قیمتی موجود ہیں۔ وہ حضرت حکیم صاحب کے ہاتھ کے خود لکھے ہوئے ہیں۔ جن کے شائع ہونے پر کسی ذمہ وار بزرگ کو تکلیف ہو سکتی ہے۔ وہ ان خطوط کے مکتوب الیہ نے کسی کو دکھا کر اس کی معرفت بعض بزرگوں کی خدمت میں کہلا بھیجا ہے کہ ذاتیات پر اترنا بہت ہی ناپسندیدہ حرکت ہے اگر کوئی اور بھی ذاتیات پر اتر آیا تو وہ خط بھی چھپ سکتے ہیں۔ جو بہت تکلیف کا موجب ہوگا۔ نواب صاحب اگر چاہیں تو ان کی تشفی کے لئے وہ خط ان کے کسی سابق معتمد کو دکھلائے جا سکتے ہیں ہمارا سلسلہ ایک معقولیت کا سلسلہ ہے۔ ان دلائل کو مت پیش کرو جن سے نواب علی خان نے اشتہار کو بھر دیا ہے۔ یہ دلائل نہیں۔ یہ مطاعن ہیں جو نواب صاحب کے لئے زیبا نہیں۔ اگر معاملہ کو سمجھنا چاہتے ہو تو ان اختلاف عقائد پر معقولیت سے بحث کرو جس نے جماعت کو دو فریقوں میں کر دیا ہے۔ ممکن ہے وہ غیر لوگ ان نازیبا الفاظ کے مستحق ہی ہوں جو انہوں صاحب نے اپنی شان کے لحاظ سے ان کے متعلق استعمال کئے ہیں۔ وہ نواب صاحب سے خود نپٹ لیں گے۔ غیر ذمہ وار اشخاص قابل خطاب نہیں، ہاں نواب صاحب ہی بہت حد تک اب ذمہ وار سمجھے جاتے ہیں!

بحث یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود کے الفاظ اور ان کی اس تعبیر کے ماتحت جو حضرت حکیم صاحب قبلہ نے کی ہے۔ ہر ایک مجاز بیعت جس کو چالیس مومنوں نے انتخاب کیا ہو اور ایسا ہی خود صدر انجمن بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہے۔

ان امور کو سامنے رکھ کر خصوصاً جبکہ حضرت حکیم صاحب قبلہ سے اس وقت کسی کو بھی اختلاف عقائد نہ تھا۔ ہم نے حضرت حکیم صاحب کو خلیفۃ المسیح انتخاب کیا۔ یہ حضرت حکیم صاحب پر خاص خدا کا فضل تھا کہ ان کو چالیس نے نہیں بلکہ کل جماعت نے اپنے لئے خلیفہ اور امیر

چنا۔ رہا یہ کہ ہم ان کو بحیثیت خلیفہ انجمن کے کل معاملات پر اصولاً حاکم سمجھتے تھے۔ یہ ہم پر افترا اور بہتان ہے۔ یہ ہم آج نہیں کہتا۔ بلکہ میں نے فروری ۱۹۰۹ء میں یہ بات حضرت حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کی۔ اور اس پر ایک مبسوط تحریر لکھی، جس پر میرے اور بعض اہل لاہور کے دستخط تھے۔ اس میں ذیل کی عبارت بھی تھی۔ جو پیغام صلح میں چھپ گئی۔

"میں نے شروع میں عرض کیا کہ حضرت اقدس نے کاروبار اشاعت وغیرہ انجمن کے سپرد کیا ہے۔ اور اپنے نام پر بیعت لینا انجمن کے سپرد نہیں کیا۔ بلکہ کسی ایسے پاک نفس بزرگوں کے ذمہ ڈالا ہے۔ جن پر کم ازکم چالیس مومن اتفاق کرلیں۔ اس سے بھی لازم آتا ہے کہ جس شخص پر چالیس سے زیادہ اتفاق کریں وہ بیعت کا بوجہ احسن مستحق ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ ہر دیہہ اور ہر قریہ میں الگ الگ بیعت ہو۔ ہم نے یہ پسند کیا کہ جب خوش قسمتی سے ہم میں ایک موجود ہے جس پر چالیس نہیں چار لاکھ بھی بیعت کرنے پر متفق ہوسکتے ہیں تو کیوں نہ ہم اسے خلیفہ قبول کرلیں۔ خلیفہ کے معنی یہی سمجھے ہیں۔ اور اسی قدر اس کا کام ہے جو وصیت اُسے سپرد کرتی ہے۔ البتہ اگر کوئی خلیفہ وقت اپنے زُہد تقوےٰ اپنی بےنفسی اپنے تبحر علم وغیرہ وغیرہ کنے باعث اخلاقی حکومت اس قسم کی کرسکے۔ کہ اس اکیلے کی رائے انجمن کی راؤں پر فوق لے جاتے۔ جیسا کہ موجودہ خلیفہ میں ہے۔ تو یہ رُتبہ اُسے اپنی ذاتی صفات کے لحاظ سے ہوگا نہ بسبب خلیفہ ہونے کے۔ حضرت صاحب نے اپنی زندگی میں بھی اپنے تین خلیفہ مقرر کئے۔ ایک سید عبداللطیف شہید رضی اللہ عنہ۔ ایک مولوی حسن علی بھاگلپوری علیہ الرحمہ۔ اور تیسرے ایک اور بزرگ جو خوشاب کے رہنے والے تھے۔ ان تینوں کو اپنے اپنے نام پر بیعت لینے کی اجازت دی تھی کیا وہ خلیفۃ المسیح نہ تھے۔ وہ حضرت کی زندگی میں ہی خلیفۃ المسیح[1] تھے۔ اور انجمن بھی تھی۔ لیکن آپ کی زندگی میں ایسے خلیفوں پر انجمن کو فوق تھا۔"

یہ میری رائے نہیں بلکہ مولوی تیمر علی صاحب کی بھی رائے تھی۔ سُن لو۔ نیز مولوی شیر علی صاحب بتلائیں کہ اگر ہم یہ بدنیتی سے رائے دیتے ہیں تو ان کی نیت کہاں تک خالص اُس وقت تھی۔

---

[1] لیکن ان کو انجمن کے معاملات میں کوئی دخل نہ تھا۔ گو وہ آپ کی زندگی میں خلیفۃ المسیح بھی تھے۔

"رسالہ الوصیت کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے انجمن کو اپنی زندگی میں ان تمام امور میں جو اس کے سپرد کئے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ خلیفہ کے بارے میں جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں۔ رسالہ الوصیت میں حضرت اقدس نے کچھ تحریر نہیں فرمایا۔ جہاں حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کہ چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں یہاں حضرت اقدس نے ایسے خلیفہ کا ذکر نہیں فرمایا۔ کہ جو کل قوم کے لئے ایک ہی خلیفہ ہو، اور جس کے ہاتھ پر کل احمدی جماعت بیعت کرے۔ بلکہ یہاں میری سمجھ میں ایسے افراد کا ذکر ہے جو لوگوں کو احمدی سلسلہ میں داخل کرنے کیلئے بیعت لے سکتے ہیں اور ایسے بیعت لینے والے اس تحریر کے بموجب متعدد ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں۔ یہاں ایسا خلیفہ مراد نہیں جس کے ہاتھ پر تمام احمدی جماعت کرے بلکہ ایسے پاک شخص مراد ہیں۔ جن سے غیر احمدی احمدی سلسلہ میں داخل ہونے کے واسطے بیعت کریں۔"

اب خدارا اے دانشمند و غور کرو، یہ کس قدر جھوٹ ہے کہ ہم نے اپنے ان عقائد کو جو اس وقت ہم ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت حکیم صاحب کے خوف سے چھپا رکھا۔ کیا یہی وہ باتیں نہیں جو ایک خطرناک شورش کے وقت ہم نے لکھیں۔ جس کے پیدا کرنے والے وہ خود ہیں۔ جو دوسروں پر الزام لگاتے ہیں۔ میں نے لکھ کر خود قبلہ حکیم صاحب کو بھیجدیں۔ اور پھر میں اپنے عقیدہ پر علی الاعلان آج تک قائم رہا۔ اور اسی پر میں اب بھی قائم ہوں۔ اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ ہم جس کو چنتے ہیں۔ اُسے چالیس مومن کے انتخاب کے اصول پر چنتے ہیں۔ ہم خلیفۃ المسیح کے معنی یہی سمجھے ہیں، اور اسی قدر اس کا کام ہے۔ البتہ کوئی خلیفہ وقت اپنے زہد تقوےٰ اپنی بے نفسی اپنے متبحر علم وغیرہ وغیرہ کے باعث اخلاقی حکومت اس قسم کی کر سکے کہ اس اکیلے کی رائے انجمن کی راؤں پر فوق ہو، جیسے کہ حکیم صاحب تھے۔ تو یہ البتہ اُس ذاتی صفات کے لحاظ سے ہوگا۔ نہ بہ سبب خلیفہ ہونے کے۔

کیا یہ سچ بات نہیں کہ میں علی الاعلان حضرت حکیم صاحب اور سب کے علم میں اس عقیدہ راسخ پر قائم رہا۔ اس کا گواہ خود نواب صاحب اور حضرت میاں صاحب ہے۔ میرا اب بھی یہی عقیدہ ہے۔ حضرت میاں صاحب اگر خلیفہ ہے اُن کو بحیثیت خلیفہ انجمن پر کوئی حکومت حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہاں اللہ تعالےٰ ان کو وہ ذاتی کمالات عطا کر سکتا ہے جس کے باعث

وہ ہم سب پر حکمران ہو سکتے ہیں۔ بحث تو اصول کی ہے۔ کیا حضرت میاں صاحب کے نام کو حضرت مسیح موعود کے نام کاٹ کر درج کر دینا۔ اس ہمارے اصول کو خاک میں نہیں ملا سکتا۔ حضرت میاں صاحب اپنے اخلاق اور ذاتی کمال سے ہی حکومت کر سکتے ہیں۔ نہ یہہ کہ اصولاً۔

معاملات و نظام انجمن میں بعض وقت حضرت حکیم صاحب کا اور ممبران انجمن کا اختلاف رہا۔ اختلاف ہونا لازمی تھا۔ آخر انجمن کسی جانور کا نام نہ تھا۔ کہ جس کی باگ ایک کے ہاتھ میں ہے بلکہ وہ تو مجلس شوریٰ تھی۔ بعض معاملات میں بعض ممبروں کا حضرت حکیم صاحب سے اختلاف رکھنا اور شد ومد سے معاملہ پر بحث کر کے معاملہ کو ختم کرنا۔ آیا اس بات کا ثبوت ہے کہ انھوں نے اس اعتماد کو قائم رکھا جو حضرت مسیح موعود اس کے سپرد کر گیا۔ یا اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے ہمیشہ اپنے حضرت قبلہ حکیم صاحب کی مخالفت کی۔ میری ان اعتراض کی تشریح شاید سید محمد احسن صاحب کے متعلق ایک واقعے سے ہو سکتی ہے۔ جس کا میں نے ابھی حوالہ دیا تھا۔ یونیورسٹی کے معاملے میں حضرت حکیم صاحب کی علی الاعلان رائے امداد کے لئے تھی۔ کیا نواب صاحب نے اختلاف نہیں کیا۔ پھر مولوی محمد احسن صاحب کے کارڈ کا خلاصہ اوپر درج ہو چکا ہے۔ پھر جب مولوی صاحب نے حکم دیا تھا کہ یونیورسٹی میں مالی مدد کرو۔ کیا نواب صاحب نے خلیفہ وقت کی اطاعت کی یا اُسکے خلاف کیا۔

میرے نزدیک حضرت سید محمد احسن صاحب نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ اور جس امر کو وہ صحیح سمجھے تھے۔ اُس کو خلیفۃ المسیح پر ظاہر کیا۔ لیکن اگر ہم سب خلیفۃ المسیح حکیم صاحب کو اس قسم کا خلیفہ مانتے تھے۔ اور ان کی شخصی حکومت کو بحیثیت خلیفہ صحیح مانتے تھے تو پھر اس اصول کے لئے اس وقت تو سب سے بڑھ کر سید صاحب ہیں۔ انھوں نے خلیفۃ المسیح اول کی شان میں یہہ جرأت کیوں کی۔ آخر معاملات قوم کے تھے۔ لاکھ ڈیڑھ لاکھ سالانہ کا خرچ اور آمد ہمارے ہاتھ میں تھا۔ کوئی عجب بات ہے کہ خلیفۃ المسیح حکیم صاحب سے بعض معاملات میں اختلاف ہو اور دیگر ممبر آزادی سے گفتگو کریں۔ پھر وہ لوگ جو اہلِ غرض ہوں اس کو نمک مرچ لگا کر دنیا میں مخالفت کے عنوان پر آج اعلان کریں۔ یہ ہے خلاصہ ان حالات کا جس کو اہلِ غرض حضرت حکیم صاحب کے ساتھ مخالفت کہکر پکارتے ہیں اور اگر مخالفت تھی تو معاذ اللہ حکیم صاحب خود کیا بنتے ہیں۔ جو کل اعتماد کے کام ہمارے سپرد کرتے ہیں۔ ہم پر انھیں ناراض کرانے کی کوشش ہمیشہ ایک فریق نے کی۔ خدا نے

تفضل کیا کہ وہ یہاں سے چلتے چلتے اپنا سرٹیفیکیٹ خوشنودی ہمیں دے گئے۔ میں نے اپنے دوستوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ ان تمام خطوط کو چھاپ دیں جو حضرت حکیم صاحب قبلہ نے اُن کو لکھے۔ جن میں اگر انھوں نے رنج ظاہر کیا تو بہ تقاضاء محبت۔ آہ کیا عجب انسان تھا۔ یہ کیا جانتے تھے۔ میں دسمبر میں ایک جلسہ میں دیر کر کے پہنچا۔ اور ایک دن نہ ملا۔ دوسرے دن جب ملا تو فرمایا۔ یاد رکھو عشق است و ہزار بدگمانی" تم سے اس تعویق کا رنج ہے۔ تو اس لئے کہ تم سے محبت ہے۔ یہی محبت ہے جو حکیم صاحب قبلہ کو کسی پیارے بچّہ پر رنجیدہ کرتی ہے۔ واللہ وہ صاف صاف اپنی محبت و اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ میں ہمیشہ درد سے اُن تحریروں کو پڑھ رہا ہوں۔ جنھیں کہا گیا ہے کہ اہل لاہور حکیم صاحب کے سخت مخالف تھے۔ اس اعتراض کا مفصّل جواب بہت سے ایسے معاملات کا انکشاف چاہتا ہے۔ اور یہ انکشاف بعض لوگوں کی تکلیف کا موجب ہوگا۔ میں نے اگر ضرورت سمجھی تو میں اُن کو بھی کسی آئندہ موقع پر کھول دوں گا۔ لیکن یہاں میں صرف ذیل کے سوالات نواب صاحب اور حضرت میاں صاحب سلمہٗ سے دریافت کرتا ہوں۔

(۱) کیا یہ سچ نہیں کہ فروری ۱۹۰۹ء کی ساری سورش اس ایک غرض کے لئے اٹھائی گئی کہ خلیفہ کے اختیارات کیا ہیں۔ اور بعض لوگ اُن اختیارات کو اُس وقت خلیفہ کے سپرد کرنا چاہتے تھے۔ جو آج میاں صاحب نے اپنے لئے تجویز کئے ہیں۔

(۲) کیا ۱۹۰۹ء سے لیکر حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات تک یہ کوشش مستقل جاری نہیں رہی کہ خلیفہ کو اختیار کل دے دیئے جاویں۔ اور قواعد انجمن میں وہ قاعدہ داخل کیا جاوے اور اہل لاہور نے اس خطرناک اصول کی حضرت حکیم صاحب قبلہ کی وفات تک شدومد سے مخالفت کی۔

(۳) خود نواب صاحب وغیرہ نے مختلف ریزولیوشنش اور قواعد مختلف اوقات پر اس لئے تجویز نہیں کئے۔ اور وہ اس وقت ریکارڈ میں موجود ہیں۔ جن کی تہ میں یہی ایک سوال مضمر تھا کہ خلیفہ انجمن پر حکمران کر دیا جاوے۔ اور وہ ریزولیوشنس اور قواعد ہمیشہ مسترد ہوتے رہے۔ اور آخر نواب صاحب نے اپنی منشا مطلق العنانی کو پیدا ہوتا نہ دیکھ کر استعفا دے دیا۔

(۴) کیا یہ صحیح نہیں کہ جب ایک موقع پر میں نے نواب صاحب کو درد سے کہا۔ آؤ خدا کے لئے ہم قوم پر رحم کریں۔ کیوں بات بات پر ایک دوسرے کی مخالفت کریں کبھی یونیورسٹی کا معاملہ۔ کبھی طریق تبلیغ۔ کبھی مسئلہ کفر پر کیوں مختلف طریقوں سے قوم کے ٹکڑے کئے جاتے ہیں"

اس پر نواب صاحب نے اور میں نے رات کو نو دس بجے اُن کی کوٹھی کے میدان میں تنہائی میں گفتگو کی۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ صرف ایک مسئلہ میں فیصلہ کر دو۔ خلیفہ کا اختیار کلی دیدو اور باقی سب امور ختم ہو جاتے ہیں۔

اس کے جواب میں میں نے نواب صاحب کو کہا کہ جو خلیفہ نور الدین ہو کر دکھلائے گا۔ وہ اپنے ذاتی کمالات سے ہم پر حکمران ہو گا۔ نہ بحیثیت خلیفہ۔ اور اس کے دوسرے دن نواب صاحب اور میاں صاحب انجمن کے جلسہ سے اُٹھ کر چلے گئے۔

میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ یہ واقعہ صحیح اور درست میں نے بیان کیا ہے

(۵) کیا یہ سچ نہیں ہے کہ حکیم صاحب نے مجھ سے یہ واقعات سُن کر فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں جو میرے اختیارات کو زیر بحث لاتے ہیں وغیرہ وغیرہ

(۶) کیا یہ تنازعہ جو ہم میں تھا برابر حضرت حکیم صاحب کو معلوم نہیں تھا۔

اب اگر یہ امور سچ ہیں۔ اور خدا شاہد ہے کہ یہ امور سچ ہیں تو اس سے کل معاملات طے ہو جاتے ہیں اگر حکیم صاحب قبلہ شخصی حکومت کے قائل ہوتے۔ اور اُن کو یہ خوب علم تھا۔ کہ ہم اُن کی اطاعت کرنے والے ہیں تو پھر کیوں انھوں نے اس تنازعہ کو فوراً نہ مٹا دیا۔ اور حکماً قواعد انجمن میں وہ بات نہ ڈلوادی جو آج حضرت میاں صاحب نے ڈلوادی۔

اگر تو یہ تنازعہ نیا ہوتا اور حضرت حکیم صاحب قبلہ کی زندگی میں نہ ہوا ہوتا۔ تو پھر کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل تھا۔ کہ تم اُن کی زندگی میں تو اُن کی اطاعت کرتے رہے۔ اور آج ان کے بعد مخالفت کرتے ہو۔ اس امر کو فریقین مانتے ہیں۔ کہ میرے آقا و مرشد حضرت حکیم صاحب نہ منافق تھے۔ اور نہ بزدل۔ پھر جب معاملہ بھی درپیش ہوا اور وہ خود بھی شخصی حکومت کے قائل تھے۔ تو کیوں انھوں نے نواب صاحب اور اُن کے رفقا کے حق میں فیصلہ نہ کیا۔ پھر جب ۱۹۰۹ء میں شورش ہوئی اور میں نے علی الاعلان یہ امر لکھا تو پھر کیوں انھوں نے فیصلہ کر کے قواعد انجمن میں یہ

قاعدہ داخل نہ کرادیا۔ جو حضرت میاںصاحب نے آج داخل کرادیا ہے۔

میں حلفاً کہتا ہوں۔ کہ ہم میں اور نواب صاحب میاں صاحب میں بھی ایک اختلاف تھا۔ اور نہ کوئی ذاتی ضد یا تنازعہ۔ اور یہ حکیم صاحب قبلہ کو علم تھا۔ اگر ہے تو نواب صاحب نام لیں۔ ہمارے پاس میاں صاحب کی قلمی تحریر ہے۔ جو میاں صاحب حضرت حکیم صاحب کو لکھتے ہیں۔ اور جس میں امر خلافت کا فیصلہ کرنے کے لئے مشورہ دیتے ہیں۔ لیکن پھر کیوں حکیم صاحب اس امر کا فیصلہ نہیں کرتے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ حکیم صاحب کے وقت میں یہ امر طے شدہ تھا تو پھر یہ ۱۹۰۹ء کی شورش کیا تھی۔ اور میاں صاحب کیوں حکیم صاحب کو اس فیصلے کے لئے لکھتے ہیں۔ پھر یہ نئی نئی تحریکیں کیوں جاری رہیں۔ چلو مکرم نواب صاحب حلفیہ بیان کریں کہ ۱۹۰۹ء سے قادیان میں حضرت حکیم صاحب سے تنازعہ خلیفہ کے اختیارات کا نہیں رہا۔ اگر تھا تو پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے۔ کہ حکیم صاحب کی رائے ہمارے خلاف تھی۔ کیوں انھوں نے فیصلہ نہیں کیا۔ ان کا فیصلہ نہ کرنا اور ہماری رائے کے خلاف نہ کرنا اس بات کی کافی دلیل ہے۔ کہ ہم راستی پر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مجھ سے بیعت دوبارہ لی۔ یہ بالکل سچ ہے۔ بیعت کس امر کی۔ بیعت ارشاد۔ کیا تم ایمان سے کہہ سکتے ہو کہ انھوں نے مجھ سے تجدید بیعت کرائی۔ وہ بیعت ارشاد تھی، نہ بیعت توبہ کی تجدید۔ اس کے بعد ایک اور بیعت رہ جاتی ہے۔ وہ ہے بیعت دم۔ اب جاؤ صوفیائے کرام کے حالات پڑھو۔ اور دیکھو کہ بیعت ارشاد وہ کس مرید سے لیتے ہیں۔ وہ سلسلہ میں داخل کرنے کے وقت مرید سے بیعت توبہ لیتے ہیں۔ اور جب اس میں اطاعت کی استعداد دیکھتے ہیں، تو اس سے بیعت ارشاد ارشاد لیتے ہیں۔ اور پھر جب اس پر اعتماد کلی ہوتا ہے تو بیعت دم۔ وہ مجھ پر کہاں تک خوش تھے۔ اور میں نے اس بیعت کو نبھایا۔ خدارا خود گواہی دو۔ خدارا بتلاؤ۔ وہ میرے متعلق خطبوں اور درسوں میں کیا کہتے رہے ہے۔

کس قدر ظلم اور کس قدر افترا ہے کہ مشہور کیا گیا ہے کہ ہم نے ان کی مخالفت کی اور انھوں نے تجدید بیعت ہم سے کروائی، آہ! آج ضدیت نے ایک انعام کا نام نالیاقتی تجویز کیا ہے یہی بیعت ارشاد میرے سامنے اس وقت حضرت میاں صاحب اور نوابصاحب سے انھوں نے زبانی لی۔ دیکھو یہ واقعہ فروری ۱۹۰۹ء کا ہے۔ ہم سے ۱۹۰۸ء میں مسیح موعود یہاں سے

رخصت ہوتے ہیں۔

سنہ ۱۹۰۸ء کے بعد ہی انجمن اور خلیفہ کے متعلق چند سوالات تجویز ہوتے ہیں۔ اور غرض یہ ہے کہ خلافت کے اختیارات قطعی کر دیئے جاویں۔ وہ سوالات بعض کے پاس جاتے ہیں۔ اُن کا جواب میں بھی لکھتا ہوں۔ اور حکیم صاحب کے پاس بھیجتا ہوں۔ اس میں میں صاف کہتا ہوں کہ اگر میں آپ کے فیصلہ کو اپنی رائے پر اور انجمن کی رائے پر ترجیح دیتا ہوں تو اس لئے کہ آپ کے ذاتی کمالات کے ماتحت آپ کے ارشاد پر چلنا اپنا ایمان جانتا ہوں۔ وَالّا میں خلیفہ کو انجمن پر حکمران نہیں سمجھتا۔ یہ باتیں زبانی بھی عرض کیں۔ اس وقت ان سوالات میں اختلاف رائے رکھنے والے دو گروہ تھے۔ ان میں سے ایک طرف حضرت میاں صاحب اور نواب صاحب تھے دوسری طرف میں اور حضرت مولوی محمد علی صاحب اور دیگر احباب۔ چونکہ دونوں فریق حضرت حکیم صاحب قبلہ کے ارشاد کو سب پر فوق سمجھتے تھے۔ اور میں نے زبانی بھی عرض کی کہ میں آپ کے ارشاد کو قبول کرتا ہوں۔ اس لئے اُنھوں نے صُلحا کے طریق پر مجھ سے بیعت ارشاد لی۔ اور اس سے پہلے آپ نے میاں صاحب سے پوچھا کیا تم میرا ارشاد مان لوگے۔ انھوں نے فرمایا۔ ہاں مان لوں گا۔ اور آپ کے بعد کے خلفاء کا بھی ارشاد قبول کروں گا۔ یہی اقرار آپ نے یاد دلاتا ہے۔ نواب صاحب مخدوم سے بھی لے لیا۔ یہ ہے وہ بیعت جس کا نام تجدید بیعت ظلم سے رکھا گیا ہے چھاپہ تو واقعہ سنہ ۱۹۰۹ء کا ہے۔ نام کوئی ایسے مخالفت کا جو میں نے حضرت حکیم صاحب کی فروری سنہ ۱۹۰۹ء سے پہلے کی ہو۔ اور جس پر مجھ سے تجدید بیعت کرائی گئی۔ آہ یہ لوگ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ جو واقعات کو اس طرح عمداً موڑ توڑ کر پیش کرتے ہیں۔ خود حضرت میاںصاحب فرماویں کہ آن سے اقرار نہیں لیا گیا۔ کہ وہ حکیم صاحب قبلہ کے ارشاد پر چلیں گے۔ کیا ان کی اطاعت پر بھی شک تھا۔ آؤ ان نکمّی باتوں میں مت پڑو۔ لیکن یہ بات بھی سچ ہے۔ کہ دلائل اور قوی براہین جب کسی کے پاس نہیں ہوتے تو پھر وہ ایسی نکمّی باتوں پر اتر آتے ہیں۔ بہرحال سنہ ۱۹۰۹ء میں یہی سوال در پیش تھا۔ اور حضرت حکیم صاحب کو یہ علم تھا کہ ہم ایسے خلیفہ کی خلافت کے قائل نہیں۔ پھر انھوں نے بیعت ارشاد بھی لے لی۔ تو پھر کیوں قواعد انجمن میں یہ امر داخل نہیں کرا دیا۔ پھر جب ساری کوشش ہی نواب صاحب اور آن کے رفقا کی یہ تھی۔ اور اس

سے حکیم صاحب قبلہ واقف تھے۔ تو پھر کیوں اس جھگڑے کو جاری رکھا۔ کیا خدانخواستہ وہ جبری القلب انسان بزدل تھا۔ اگر نہیں تو اس نے کیوں ایک امر کو امرِ حق سمجھکر اُس کی حمایت نہ کی۔ اور اپنی زندگی میں اس تنازعہ کو مٹا نہ دیا۔ ہاں دراصل اُس نے اس قضیہ کو مٹادیا ۱۹۰۹ء والی تقریر میں اس نے اسی تنازعہ کو مٹایا۔ پھر اس دن سے ۱۹۱۱ء تک نواب صاحب کا اور اُن کے رفقاء نے گول مول طریق پر اس سوال کو اٹھایا۔ اور وہ ہمیشہ مسترد ہوتا رہا۔ پھر جب میں نے ان کی خدمت میں عرض کی۔ کہ دراصل سوال تو دراصل یہ ہے تو انھوں نے پھر اپنے خیالات سے شاید نواب صاحب کو اطلاع دی۔ اور نواب صاحب نے استعفیٰ دے دیا۔ اور یہ سوال من وجہ آپ کی وفات کے دن تک ختم ہو گیا۔

بہرحال سلسلہ میں اس وقت تک تنازعات تو اصولی ہیں۔ اور جذباتی دلائل سے فیصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے مختلف پہلوؤں سے حقیقی تنازعات پر بحث کر دی ہے۔ میرے نزدیک اہم سے اہم سوال انجمن کا ہی ہے۔

دوئم سوال خلیفہ کے اختیارات کا ہے۔ اگر ہمارے پاس وصیّت نہ بھی ہوتی تو پھر جب تک ہمیں یہ ایمان نہ ہو کہ خلیفہ معصوم عن الخطا ہوا کرتا ہے۔ تو ہم کس طرح کسی شخص کو اس طرح کے مطلق العنان اختیارات دیدیں۔ مجھے تو جہاں تک علم ہے وہ یہ ہے کہ ایک مامور کی شان یہ ہے۔ کہ وہ غلطی پر نہیں رکھا جاتا۔ باقی تو کسی خلیفۂ غیر مامور کے لئے ایسا وعدہ نہیں تو پھر کس طرح ہم ایک کی رائے کو جو غلط ہو سکتی ہے۔ اور اس کی غلطی بھی قائم رہ سکتی ہے۔ بہت سی راؤں پر ترجیح دیدیں۔ میرے نزدیک علمی بحث میں پڑنے کی اس وقت ضرورت نہیں۔ ہمارے سامنے ایک خلیفہ گذر چکا ہے۔ اس کی زندگی کے بعض واقعات اور اس کے بعض عقائد ہیں۔ وہ جو حضرت میاں صاحب سے بالکل مغائرت رکھتے ہیں۔ پھر کس خلیفہ کو غلطی پہ اور کس کو راستی پہ مانا جاوے۔ خصوصاً اگر حضرت حکیم صاحب غلطی پہ تھے۔ تو چونکہ وہ ان پر تادم واپسیں قائم رہے ہے۔ تو یہ بات غلط ہو گئی۔ کہ خلیفہ غلطی پہ نہیں رکھا جاتا۔ مثلاً وہ غیر احمدی کی تکفیر کو بُرا جانتے تھے۔ انھوں نے اپنے آخری ایام زندگی میں یہ ذکر کیا کہ میاں صاحب مسئلہ کفر کو نہیں سمجھے۔ بالمقابل میاں صاحب غیر احمدیت کے تکفیر کے قائل ہیں۔ دوسرا حضرت

حکیم صاحب قبلہ نے اشاعت اسلام کے لئے جن اصولوں پر مجھے قائم کیا۔ وہ آن آخری اصولوں پر آخری دم تک قائم رہے۔ میاںصاحب ان اصولوں کو غلط اور مُضر سمجھتے ہیں چنانچہ نواب محمد علیخانصاحب کا تازہ اشتہار جس کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے۔ اس بات کا گواہ ہے۔ جہاں نواب صاحب ہمارے اشاعت اسلام کو اسلام کی اشاعت نہیں سمجھتے۔

پھر حکیم صاحب قبلہ ہندوستان کے باہر غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دیتے تھے ان کے حکم کے ماتحت حضرت میاںصاحب کہتے ہیں۔ کہ نماز نہ پڑھیں۔ انھوں نے مجھے زبانی حکم دیا اور پھر بذریعہ تار اور خط اجازت دی کہ لندن میں مَیں غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھ لوں۔ میاںصاحب اس کو غلط سمجھتے ہیں۔ اب یہ دونوں خلیفے ہیں۔ کون صحیح ہے اور کون غلطی پر۔ ہاں اگر یہ مسئلہ صحیح ہے۔ کہ خلیفہ غلطی پر قائم نہیں رہتا۔ اور حکیم صاحب قبلہ تو اب فوت ہو گئے۔ تو جس طریق اور اصول پر وہ تادم واپسیں قائم رہے۔ وہ صحیح تھے۔ اور وہ یہ ہیں کہ غیر احمدی کافر نہیں۔ ہمارا طریق تعلیم صحیح اور درست ہے۔ ہندوستان سے باہر غیر احمدی کے پیچھے نماز درست ہے۔ اور میاںصاحب غلطی پر ہیں۔ حضرت حکیم صاحب قبلہ اگر غلطی پر ہوتے تو وہ آخر دم تک اس پر قائم نہ رہتے۔ آخر یہی اختراع کردہ اصول ہے۔ جس پر خلیفہ کے مطلق العنانی کے مسئلہ کی بنیاد ہے۔ سو حضرت حکیم صاحب کے عمل نے ہمارے طریق عمل اور عقائد کی صحت پر مہر لگا دی۔

میں نے قریب قریب کل معاملات پر جو در اصل متنازعہ ہیں بحث کر دی ہے۔ ہاں میں ایک اور بات کہتا ہوں۔ اور وہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں نے ۲۲ نومبر ۱۸۹۳ء میں بیعت کی۔ اور حضرت اقدس کے ہاتھ پر دین کو دُنیا پر مقدم رکھنے کا وعدہ کیا۔ حتے الوسع کوشش کی۔ کہ میں اس وعدہ کو نباہوں۔ مجھ پر حضرت اقدس کی خاص عنائتیں تھیں۔ انھوں نے مجھ پر شفقت کی جو خاص کسی صُلبی بچہ پر ہوتی ہے۔ میرے حق میں اُنھوں نے دُعائیں کیں۔ اور بے انداز دعائیں کیں۔ محض خُدا کے فضل اور اُن کی مہربانی سے آڑے وقتوں میں مجھے ان کی خدمات کا وہ موقع ملا۔ جو سلسلے کے کسی اور کو بہت کم ملا۔ لعنت ہے اُس شخص پر جو اپنی خدمات کا ذکر کرے۔ میں اُن کا ایسے نازک سے نازک معاملات میں مشیر تھا کہ جس کی اطلاع میرے سوا کسی کو نہیں۔ خود اپنے خاندان کے قریب سب ممبروں کے آئندہ معاملات اور اپنی زندگی کے

بعد کے معاملات کے متعلق انھوں نے مجھ سے مشورے کئے اور میری عرضداشتوں پر عمل کیا میرے اصرار پر انھوں نے بعض معاملات میں ——— خداتعالیٰ سے التجا کی۔ اور مجھے خدا کے فیصلے کی اطلاع دی۔ میں ان باتوں کو ایک لفظ میں ختم کر دیتا ہوں۔ ان چند لوگوں کو چھوڑ کر جن کی اغراض کا خون میرے ذریعہ ہوا۔ تم سے لکھوکھا انسانوں کا کیا اندازہ میرے متعلق تھا۔ تم خود ایمان سے بتلاؤ۔ تم مجھے کیا سمجھتے تھے۔ اور تم خود ان عنایات کو کہاں تک دیکھا۔ جو حضرت اقدس امام مبرور کی میرے حال پر تھیں۔

اس کے بعد حکیم صاحب کا دورہ آیا۔ ان کے ساتھ میرے معاملات خاص الخاص رہے انھوں نے جو کچھ درسوں میں اور خطبوں میں میرے متعلق فرمایا۔ وہ تم نے خود سُنا اور پڑھا۔ پھر وہ وقت آیا جب میں لندن گیا۔

مجھے تو ان باتوں کے ذکر کرنے سے شرم آتی ہے۔ لیکن جب کوئی شخص ان بزدلانہ حملوں پر اُتر آئے تو پھر خاموش رہنا بھی ایک ظلم ہے۔ الغرض میں لایت گیا۔ اور میں حضرت حکیم صاحب کی آخر وقت تک اطاعت کرتا رہا۔ میرے لئے جو انھوں نے طریق تبلیغ تجویز کیا۔ میں اس پر قدم بقدم چلا۔ میں نے چھوٹے چھوٹے معاملات پر ان سے ہدایات چاہیں اور ان پر کاربند رہا۔ حتیٰ کہ ان کا رفع ہوگیا۔ اور وہ اپنی خوشنودی مزاج کا سرٹیفکیٹ مجھے دے گیا۔ پھر میں تم سے خود پوچھتا ہوں۔ تمہاری اپنی رائے کیا میرے متعلق تھی۔ جب تک وہ وفات نہ پاگئے ضلع سیالکوٹ خاص کر غور کرے۔ تم میں اکثر بزرگوں کو الہام ہوئے کہ میں بعض معاملات متنازعہ پر راستی پر ہوں۔ تم میں تمہارے ملہمین سے ملتجی ہوا کہ مقابلہ تبلیغ میں میں غلطی پر ہوں یا میاں صاحب۔ ان میں سے ایک بزرگ نے جس کے الہاموں کی قدر خود حضرت مرزا صاحب اور حضرت حکیم صاحب کو تھی۔ ان کا الہام علیٰ صراط مستقیم میرے متعلق ہوا۔ ہاں خدا لفضل نے میرا ولایت جانا۔ حضرت اقدس کی پیشین گوئی کی ماتحت بیان کی۔

پھر ایک اور وقت آیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری کوششوں کو باثمر کیا۔ لارڈ ہیڈلے کے اسلام کی اطلاع ہندوستان آئی۔ میں نے اس کو حضرت مرزا صاحب کی اُس پیشین گوئی اور کشف کا مصداق سمجھا جو آپ نے لندن میں پرندوں کے پکڑنے کے متعلق کہا۔ میں نے اِس وقت

ایک نظم لکھی جس کے ابتدائی شعر یہ ہیں ؎

خود بخود کردی دراقبال باز　　حیف باشد گر کنم بر بخت ناز
منکہ سرگرداں پئے مرغاں بدم　　تو عطا کردی مرا ایک شہباز
آنچہ بنمودی بہ پیرما بخواب　　روز روشن دیدہ ام باچشم باز

یہ اجتہاد میرا ہی نہ تھا بلکہ خود اور بزرگان سلسلہ کا تھا۔ خود سید محمد احسن صاحب نے ایک نظم لکھی جو بدر یا الفضل میں چھپ گئی ؎

بیا مدنا مرات اسے خواجہ من !　　کہ مسلم شد یکے از اہل لندن
ز لارڈ ہیڈلے کالست شہباز　　طلوع شمس از مغرب شد آغاز
ازیں مژدہ شدم خورم شاداں　　دعا کردم برآیت از دل و جاں

پھر خود الفضل مورخہ ۷ار دسمبر ۱۹۱۳ء میں ایک مضمون چھپا جس کا عنوان یہ ہے :

لارڈ ہیڈلے

خداوند تعالیٰ سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے۔ وہ طاقتور ہے۔ وہ قادر ہے۔ وہ اپنے ارادہ کو پورا کر سکتا ہے۔ اور کسی کی طاقت نہیں کہ اس کے ارادہ کو پورا ہونے میں مخل ہو یا دراندازی کرے۔ اس کے جلال کے آگے زمین و آسمان کی گردنیں خم ہیں۔ اور وہ اپنے مفوضہ کاموں کو بغیر کسی خفیف سے خفیف اختلاف کے بجا لاتے ہیں۔ اس کی ذات تمام نقصوں سے پاک ہے۔ اور کل خوبیوں کی جامع ہے۔ کوئی نیکی نہیں جو اس سے نہ نکلی ہو۔ اور کوئی بدی نہیں جو اس کی طرف منسوب ہو سکتی ہو۔ وہ جسے چاہے بڑھا سکتا ہے اور جسے چاہے گھٹا سکتا ہے۔ اس کے حکم کے رَدّ کرنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ وہ ارواح وہ اجسام کا خالق ہے۔ اور اسی کے حکم سے سب اشیاء منصۂ ظہور میں آئی ہیں۔ متکبر سے متکبر اور طاقتور سے طاقتور انسان اسکے حکم کے مقابلہ میں ایک چیونٹی کی بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ وہ ظالموں کو سزا دیتا ہے۔ مظلوموں کی آہ وزاری کو سنتا ہے۔

دنیا میں جھوٹ کا رواج مقدرت کی کمی اور عدم طاقت کی وجہ سے ہوا ہے۔ جب کوئی کمزور

اپنے آپ کو مبتلائے مصیبت پاتا ہے اور جانتا ہے کہ واقعات صحیحہ کے اظہار سے میں اپنے آپ کو دُکھ میں ڈال دوں گا۔ تو وہ خلاف واقعہ امور بیان کر کے اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے۔ لیکن طاقت ور اور قادر کو جھوٹ کی ضرورت نہیں اور اسے کوئی حاجت نہیں کہ خلاف واقعہ امور بیان کر کے اپنی جان بچاتے۔ کیونکہ اُسے کسی کا خوف نہیں۔ بس خدا تعالےٰ جو قادر مطلق ہے۔ اور جس کے حکم کو کوئی توڑنے والا نہیں جو کل نقائص سے پاک اور کل خوبیوں کا جامع ہے۔ اس کی طرف یہ بات کیونکر منسوب ہو سکتی ہے۔ کہ اس کے قول میں کسی قسم کا عیب اور نقص ہو۔ یا وہ اپنی بات کو بدلے۔ ومن اصدق من اللّٰہ قیلا۔ خدا تعالےٰ سے زیادہ کون سچا ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے آج سے تیرہ سو سال پہلے اسلام کے متعلق خبر دی تھی کہ میں اسے بڑھاؤں گا۔ اور پھیلاؤں گا۔ اور دُنیا میں اُسے شائع کروں گا۔ اور بڑے بڑے حکمران اس پر چلیں گے اور اسے دنیا کے کل ادیان پر غلبہ دیا جائے گا۔ یہ وعدہ چونکہ ایک قادر اور زبردست ہستی کی طرف سے تھا جس کا ایک ایک لفظ سچا اور پکا ہوتا ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ ٹل جاتا۔ اور دُنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کس طرح خدا نے اسلام کو گمنامی سے نکالکر شہرت دی۔ اور کس طرح مشرق و مغرب میں پھیلایا اور کروڑوں آدمیوں کو اس کا حلقہ بگوش کر دیا۔ پھر سنّت اللہ کے ماتحت اس میں ضعف و اختلال پیدا ہوا۔ اور مسلمانوں نے اس پاک کتاب پر عمل ترک کر دیا۔ جسے خدا نے ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے بھیجا تھا۔ تو وہ پھر گرنے شروع ہوئے۔ اور روز بروز ذلیل ہوتے گئے۔ اور یہ ابتلا ان پر اسلئے آیا۔ تا وہ اپنی کمزوریوں کو دیکھیں۔ اور اپنی غلطیوں پر متنبہ ہوں اور اپنے گناہوں پر پچھتائیں اور اپنی خطاؤں سے تائب ہوں۔ مگر جب وہ باز نہ آئے۔ اور اُنھوں نے خدا کی طرف منہ نہ موڑا۔ تو غیر قوموں کو اُنپر مسلّط کیا گیا۔ اور اسلام کی جگہ مسیحیت نے لے لی۔ اور مسلمان غیر قوموں کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ اس پر بھی اُنھوں نے اپنی اصلاح نہ کی۔ اور ان کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں اور وہ ان اسباب سے اصلاح پذیر نہ ہوئے۔ تو خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کی ہدایات کے لئے عین وقت پر جب روحانی کھیت خشک ہو گئے تھے اور حق کے پیاسوں کے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے۔ اور ان کے ہونٹ سوکھ گئے تھے۔ خدا نے آسمان کے دروازے کھولدیئے اور بشارت کی ہواؤں کو چاروں طرف بکھیر دیا۔ تا دنیا آئندہ الی کامیابیوں

سے آگاہ ہوجائے اور رحمت کی خوشگوار بارش کو نازل کیا تو مستعد دل تقویٰ کی روئیدگی باہر نکالیں اور اپنے مامور کو نازل فرمایا۔ جو صرف دو فرشتوں نہیں بلکہ لاکھوں فرشتوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے منارۂ دمشقی پر نازل ہوا۔ اور دنیا نے اس کے کمالات کو دیکھا۔ مردہ زندہ ہوگئے اور بیمار اچھے ہوگئے۔ اور کوڑھی شفا پاگئے۔ اور اندھے دیکھنے لگے۔ اور بہرے سننے لگے اور اپاہج چلنے پھرنے لگے۔ غرض اس کے دم عیسوی سے دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔ جہاں دنیائے اسلام میں سے ایک آدمی بھی خدمت اسلام کے لئے نکلنا پسند نہ کرتا تھا۔ اور "ہر کسے درکار خود با دین احمد کار نیست" کا معاملہ تھا۔ اور "تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو" کے مقولہ پر عمل ہو رہا تھا۔ وہاں اب اس مسیح ثانی کی کوششوں اور محنتوں سے ہزاروں نہیں لاکھوں پہلوان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر خدمت اسلام کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور انھوں نے اس کے ہاتھ پر عہد کیا۔ کہ وہ ہر ایک معاملہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ اور ان لوگوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر دین کی اشاعت میں روپیہ خرچ کیا۔ اور رات دن اسلام کے پھیلانے کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہنے لگے۔ اور خدا نے ان لوگوں کے لئے اپنے مسیح کے ذریعہ بڑے بڑے وعدے بھی کئے چنانچہ اس نے قبل از وقت بتا دیا کہ وہ یورپ جس پر دشمنان اسلام کی نظریں لگ رہی ہیں کہ اسلام کا تباہ اور برباد کرنے والا ہوگا۔ وہی ایک دن اس مسیح کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کر کے خدام اسلام میں شامل ہوجائے گا۔ اور اسلام کے استیصال نہیں بلکہ قیام میں کوشاں ہوگا۔ سو خدا کا فضل ہے کہ یہ وعدہ پورا ہوا۔ اور اسی خدا کے مامور کے غلاموں کے ہاتھوں یورپ بھی اسلام کی طرف متوجہ ہونے لگا ہے۔ چنانچہ مکرمی معظمی خواجہ کمال الدین صاحب جو بہت سی قربانیاں کر کے تبلیغ اسلام کے لئے ولایت گئے ہیں۔ خدا نے ان کے ہاتھ پر کئی انگریزوں کو اسلام میں داخل ہونے کی توفیق دی ہے اور سب سے بڑھ کر کامیابی کی یہ علامت ہے۔ کہ آپ کی کامیابی مسیحی پادریوں کی طرح نہیں جن کی آواز کو لبیک کہنے والے سوائے شاذ و نادر کے ہندوستان کے جاہل طبقہ میں سے ہوتے ہیں اور جو عیسائی ہوجانے میں مختلف دنیاوی فوائد کی امید رکھتے ہیں۔ چنانچہ مسیحی ہونے والوں کا بہت بڑا حصہ چوہڑوں چماروں یا بعض خانہ بدوش قوموں پر مشتمل ہے۔ بلکہ آپ کی آواز کو تعلیم یافتہ گروہ نے لبیک کہا ہے۔ اور انگلستان کے ایک عالی خاندان نواب

لارڈ ہیڈلے نے بھی اسلام اختیار کرنے کا اعلان کیا ہے اور اس طرح خدائے تعالےٰ کے اس کلام کی تصدیق کی ہے۔ جو اُس نے اپنے مامور کی معرفت آج سے ایک لمبا عرصہ پہلے ہمیں سنایا تھا۔ اور یورپ میں اسلام پھیلنے کی خبر دی تھی۔ سو مبارک ہو اے جماعت احمدیہ کہ تیرے امام کی تصدیق ایشیا سے گذر کر یورپ میں بھی ہونے لگی، مبارک ہو اے جماعت احمدیہ کہ تیری کوششوں کے درخت عمدہ سے عمدہ پھل لانے لگے ہیں۔ مبارک ہو اے جماعت احمدیہ کہ تیرے مخالفوں کو ایک اور شکست نصیب ہوئی ہے۔ مبارک ہو اے جماعت احمدیہ کہ خدا تعالےٰ نے ایک دفعہ اور تیری صداقت پر اپنی مہر ثبت کی ہے۔

کہاں ہیں؟ وہ سلسلہ احمدیہ کے مخالف وہ مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگانے والے ذرا اس تائید غیبی کو دیکھیں۔ کہ کس طرح اللہ تعالےٰ اس جماعت کے کاموں میں برکت دیتا ہے۔ سکھوں۔ ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ سب قوموں میں اگر ہل چل ہے۔ اور اگر ان میں کامیابی سے کوئی قوم تبلیغ کر رہی ہے تو صرف احمدیہ جماعت۔ مخالفین مسیح موعود غور تو کریں کہ ان کے ساتھ خدا کا کیا سلوک ہے اور جماعت احمدیہ سے کیا سلوک ہے۔ کیوں ان کی کوششیں اکارت جا رہی ہیں۔ اور کیوں خدا ہماری محنتوں کو کامیاب بناتا ہے۔ مسیح کے منکر سات کروڑ ہو کر وہ کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ جو اس کے قلیل متبع حاصل کر رہے ہیں۔ کیا ان واقعات سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خدا کی پیاری جماعت اس وقت صرف جماعت احمدیہ ہے اور جو لوگ اس جماعت میں داخل نہیں وہ خدا کی درگاہ سے دُور پھینک دیئے گئے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ اُن سے ناراض ہے۔ اور ان کی کوششوں اور محنتوں میں برکات پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ انھیں ہر میدان میں ناکامی اور شکست ہوتی ہے۔

یہ ایڈیٹوریل کالموں میں تھا۔ اور میاں صاحب خود ایڈیٹر تھے۔ میں نے خود دسمبر کے جلسہ میں ایک تقریر یہ لندن سے لکھ کر بھیجی۔ اس میں کھلے طور پر لکھا۔ کہ یہ حضرت صاحب کی پیشین گوئی پوری ہوگئی۔ وہ مضمون میاں صاحب اور حضرت حکیم صاحب کے سامنے جلسہ میں پڑھا گیا اور اخباروں میں چھپا۔ اس وقت مجھے کسی نے نہ لکھا۔ نہ اطلاع دی۔ نہ لبیک کہا۔ نہ کہا گیا کہ یہ تمہارا اجتہاد غلط ہے۔ الغرض کل سلسلہ نے اس نئی تحریک سے جو لنڈن میں ہوئی

حضرت صاحب کے کشف کو پورا ہونا بیان کیا۔ پھر میرا طریق تبلیغ انھیں بتلاتا ہے۔ کہ وہ حضرت حکیم صاحب کا تحریر کردہ ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین ہو۔ ہاں جو خط میں نے اوپر درج کیا۔ اس کی تاریخ دسمبر ۱۹۱۳ء کی ہے جس سے میرا مطلب یہ ہے کہ اپنی وفات سے تین ماہ پہلے تک ان کا حکم یہ تھا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے میری کوششوں کو سرسبز کیا۔ اور کل سلسلہ میرے ساتھ ہم آواز ہوا۔ پھر اس سلسلہ پر ایک اور دور آیا۔ حضرت میاں صاحب ایک حصہ جماعت کے مطاع بنے۔ اس بات کا انتظار کیا گیا کہ میں اس معاملہ اختلاف میں کیا کہتا ہوں۔ اس وقت تک الفضل کے کالم ایک حد تک خاموش رہے۔ پھر جب میرا مضمون خلافت احمدیہ چھپا۔ یا چوہدری فتح محمد صاحب نے بعض حالات پرائیویٹ خطوں میں میاں صاحب کو لکھے۔ تو پھر فی الفور میری سب تحریک پر پانی پھر گیا۔ من وجہ اعلان ہوگیا۔ کہ کوئی امداد مجھ کو نہ دے۔ او نادانو! کسی کے کام کسی کی امداد پر نہیں چلتے۔ خدا ہی سب کا کفیل ہے۔ الغرض کوشش کی گئی کہ اسلامک ریویو کو بائیکاٹ کیا جاوے مطاعن کا دروازہ کھل گیا۔ مجھ کو باغی بنانے کی کوشش کی گئی۔ اور ان اخباروں کو مالی امداد دی گئی جن میں مجھ پر بغاوت کے الزام لگائے گئے۔ آہ کیا ہم ایک اختلاف رائے سے ایسے دشمن ہو گئے کہ تم ہمکو ہر ایک ذاتی نقصان رسانی پر تیار ہو۔ پھر میرے چلن پر حملہ کرنے کے انتظام ہوئے چوہدری فتح محمد نے پرائیویٹ خطوط لکھے، اور میاں صاحب کو اطلاع دی کہ انکو مت شائع کرو، جیسے اُس نے مجھے خود لکھا۔ اُن کو اسلئے شائع کیا گیا کہ اسمیں یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ میرے اخلاق سے چند لیڈریاں شاکی ہیں۔ آہ! خدارا سوچو کس قدر ظلم ان گول مول الفاظ سے میرے اخلاق پر کر دیا گیا۔ ان خطوں میں کونسی صداقتیں تھیں۔ جن کا اعلان ضروری تھا۔ آج جو ایک اخبار نویس لکھتا ہے کہ وہ حضرت میاں صاحب کے حکم سے اپنی زبان سے اہل لاہور کے متعلق رد کرتا ہے۔ تو کیوں اس کو پہلے نہ روکا گیا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ قادیان سے ایسے اخبار نویسوں کو مالی امداد ملی۔ جو متواتر ناپسندیدہ الفاظ کالموں کو بھرتے رہے۔ وہ اب اگر روکے گئے ہیں تو پہلے بھی رُک سکتے تھے۔ ہاں نئی ذمہ داری کی مجبوریاں اور ہوتی ہیں۔

اب خدارا اے سلسلہ کے دانشمندو غور کرو! اگر میاں صاحب سے اختلاف رائے اور

ان کی بیعت کا انکار مجھے فاسق اور منافق بناتا ہے ۔ جیسے نواب محمد علیخان نے لکھا ہے ۔ پہلے لفظ فاسق تھا ۔ اور اب نواب محمد علیخان صاحب نے اپنی **ذمہ داری** کا بناؤ اس میں دیکھا ہے کہ فاسق پہ لفظ منافق[1] تجویز کرے ۔ اگرچہ میاں صاحب نے ایک پرائیویٹ خط میں جو پشاور کو لکھا ہے لفظ فاسق کے معنے اس قدر تخفیف اب کر دیئے ہیں کہ فاسق بے معنی ہو گیا نہ جیسے سنتا ہوں کہ اب کفر کے معنے .... ان کے ایک ایجنٹ نے شملہ میں کر دیئے ہیں لیکن لفظ منافق کسی تخفیف معانی کی اجازت شاید نہ دے ۔ بہرحال میں اے دانشمندو تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس بیس سالہ تعلق احمدیت کا نتیجہ جس کا میں نے اوپر خلاصہ دیا ہے ۔ فسق اور نفاق اور دجالیت پر ہوتا ۔ اور کہ خدا تعالیٰ کو ایک فاسق اور منافق **و دجال** ہی نظر آیا کہ وہ اپنے مسیح کی پیش گوئی کو اس کے ہاتھ پر پورا کرے ۔ میں تو خدا کی قسم قرآن کے بعض وعدوں سے بدظن ہو جاؤں ۔ اگر میں اس طریق عمل کو صحیح سمجھوں جو ہمارے دوست آجکل کر رہے ہیں ۔ یا تو حضرت میاں صاحب یہ اعلان کریں کہ انھوں نے الفضل میں یہ غلط کہا کہ ہیڈلے کا اسلام پیشگوئی کے ماتحت تھا یا حضرت حکیم صاحب کے ڈر سے کہا ۔ ان کا عقیدہ یہ نہ تھا اور اگر ایسا ہے تو خدارا اے دانشمندو سوچو کس اصول پر میرے کام کی مخالفت کی گئی ۔ میں آخر وہی ہوں ۔ جو حضرت حکیم صاحب کی وفات پر تھا ۔ میرا طریق عمل اور طریق تبلیغ اس وقت وہی ہے جو حضرت حکیم صاحب کے وقت تھا ۔ پھر بتلاؤ میں تم کو راستی کا طالب سمجھوں یا دھڑا بندی کا متبع ۔ جب تک حضرت حکیم صاحب زندہ تھے میرا کام درست اور صحیح اس وقت تک تم کو الہام بھی ہوں ۔ تم میری تعریف میں نظمیں بھی لکھو ۔ تم میرے بوٹوں کو صاف کرنا اور میری روٹی پکانا عین سعادت سمجھو ۔ آج حکیم صاحب فوت ہوئے اور میں نے تمہارے مرشد سے اختلاف رائے کیا اور محض نیک نیتی سے کیا ۔ آج میں منافق اور میرا کل کاروبار غلط ۔ اگر تم دیانت سے کام لیتے تو جب تک میرا طریق عمل لندن کا قائم رہا تمہارا حق نہ تھا کہ اپنے خیالات کو میرے متعلق بدلتے اگر حبط الاعمال کا مسئلہ تمہارے سروں میں گونج رہا ہے تو یاد رکھو کسی ماموربہ کی مخالفت ہی کسی کے گذشتہ اعمال کو ضائع کر دیتی ہے ۔ غیر مامور کی مخالفت کسی کو ایسی سزا کا مستوجب نہیں کرتی اور مجھے تو مخالفت نہیں صرف اختلاف رائے ہے ۔ پھر میں خود میاں صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ انھوں نے

[1] اب سید محمد احسن صاحب ہم کو مکذب دجال کہتے ہیں !

کس اصول پر مولوی شیر علی صاحب کو ولایت جانے سے روکا۔ کیا انھوں نے حضرت حکیم صاحب سے قبلہ سے فروری ۱۹۰۹ء میں تعمیل ارشاد کا اقرار نہیں کیا۔ جب میں نے بیعت ارشاد کی اور یہ بھی کہا کہ میں آپ کا حکم بھی مانوں گا۔ اور آنے والے خلیفوں کا بھی حکم مانوں گا۔ مولوی شیر علی صاحب کے متعلق حکم نہیں تھا۔ کیا مولوی شیر علی صاحب اس حکم کی تعمیل میں لاہور ٹکٹ لینے نہیں آیا۔ پھر وہ کیوں روکا گیا۔ یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ میں مولوی صدر الدین صاحب کو ہمیشہ بلاتا رہا۔ نہ اس وقت بلکہ جب سے میں لنڈن گیا۔ میں نے مولوی صدر الدین صاحب کو حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب پر بعض حالات اور مناسبتوں کے لحاظ سے ترجیح دی۔ اور میرا یہ خیال آج واقعات نے درست کر دیا۔ لیکن اس سوال کا یہ جواب نہیں کہ میں کس کو پسند کرتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ اگر مولوی شیر علی صاحب کو لنڈن جانے کا حکم تھا۔ تو میاں صاحب نے کس اصول شرعی پر اُسے روکدیا۔ اُن کی ہدایت کے لئے اُن کے سامنے ابو عبیدہؓ اور حضرت ابو بکرؓ کا معاملہ موجود تھا۔ کیا انھوں نے خلیفہ کی اطاعت اپنی اقتضائے رائے سے پس پشت ڈال دی۔ پھر وہ کیوں اوروں کو ایسی اطاعت پر مجبور کرتے ہیں۔ جو خود وہ نہیں کر سکے۔ پھر مجھے اور حیرت آئی کہ انھوں نے چوہدری فتح محمد صاحب کو میرے کام سے بے وجہ الگ کیا۔ اگر اُس نے کام اُنھیں طریقوں پر کرنا تھا۔ جو میرا طریق تھا۔ اور اس کا اپنا طریق عمل کہہ رہا ہے کہ میرے قدم پر چل رہا ہے۔ اور اُس پر کیا منحصر ہے خود میاں صاحب نے بعض وقت اور اُن کے مریدین نے حسب ضرورت میرے قدم پر ہی قدم رکھا ہے۔ تو پھر چوہدری فتح محمد کو مجھ سے جدا کر کے قوم پر ایک اور بوجھ ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے تو کبھی صدر انجمن سے چوہدری فتح محمد کے لئے مطالبہ نہیں کیا تھا۔ بات یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب کے مشیر بہت کوتاہ بین ہیں۔ وہ قوم میں کوئی شغل چاہتے ہیں۔ اور اپنی کامیابی اسی میں دیکھتے ہیں کہ ان کی نگاہ میں کوئی نہ کوئی تحریک چلتی رہے۔

پیارو یہ سب غلط راہیں ہیں۔ تم کو عنقریب معلوم ہو جاویگا۔ کہ جو راہ تم نے چوہدری فتح محمد صاحب کو مجھ سے اور ووکنگ سے الگ کر کے شروع کرا دی ہے۔ وہ نہ صرف غلط اور غیر صحیح ہے بلکہ بہت سے مکروہات کا سامنا تمہارے لئے پیدا کر دے گی۔ بہر حال کیا یہ سب واقعات اس بات کا ثبوت نہیں کہ اس وقت ضدیت کا غلبہ راستی پر ہوا ہوا ہے۔

ہم نے تو قرآن مجید میں بھی پڑھا ہے کہ جہاں کہیں اصلاح کی کوشش ہو رہی ہے اس کی مخالفت اس لئے نہ کرو کہ وہ کوشش تم سے اختلاف رکھنے والے کے ہاتھ میں ہے۔ پھر مجھے حیرت آتی ہے کہ ترجمہ قرآن کے معاملہ میں کس قدر راستی سے دور کارروائی ہو رہی ہے۔ جب تم اپنے اخباروں میں یہ اعلان کرتے ہو کہ قرآن کا ترجمہ مولوی محمد علی کا غلط ہے تو پھر اُن سے واپس کس لئے لیتے ہو۔ لیکن اگر اس کو چھاپنا مدِ نظر ہے تو آؤ میں تم سے ایک فیصلہ کرتا ہوں جس قدر سرمایہ اس پر خرچ ہو اُس کا نصف جمع کر دینے کا میں کفیل ہوتا ہوں۔ نصف تم دو۔ اور اس قرآن کو چھاپ دیں اور مفت تقسیم کریں۔ باقی شکمی شرائط ہم آپس میں طے کر سکتے ہیں۔ الغرض مجھے یہ سمجھایا جائے کہ اگر قادیان کی جدید کارروائی راستی اور صداقت اپنے اندر لئے ہوتی تو یہ ضدیت کیوں پیدا ہوتی۔ پھر مجھے سخت گھبراہٹ اس امر سے ہو رہی ہے کہ ہمارے سلسلہ میں اختلاف رائے کے معنی کیوں عداوت ہو گئے ہیں۔ ایک دوسرے سے خطرناک نفرت۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے۔ نہ مروّت نہ موّدت نہ شرافت۔ ایک دوسرے پر مطاعن لگائے جاتے ہیں۔ وہ تمام طریق تمدّن شفقت کے جو اسلام ہر ایک انسان سے ہم کو رکھنے چاہئیں۔ وہ سب مفقود ہو گئے ہیں۔ خدارا سوچو اگر وہ خدا کا مزکی جو خدا کے ہاتھ سے معطر کیا گیا۔ اور جس کی جماعت لما یلحقوا بھم کے مصداق مانی جاتی۔ ان میں فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ کا یہی رنگ ہے تو پھر دنیا میں دشمنوں کی کیا ضرورت ہے۔ یہ امر بذات خود سلسلہ کی صداقت کے خلاف جا رہا ہے۔ آؤ سلسلہ پر رحم کرو اور ان باتوں کو چھوڑ دو۔ اختلاف رائے کو مل جل کر آپس میں مٹاؤ۔ دیکھو کل امر ختم ہو جاتا ہے۔ اگر میاں صاحب ماموریت کا دعوےٰ کریں۔ جب تک مامور نہیں۔ وہ معصوم عن الخطاء نہیں۔ اور نہ ان کی بیعت سے انکار کسی کو فاسق بناتی ہے۔ حضرت قبلہ مولوی نور الدین صاحب سے بعض نے دریافت کیا کہ اُنھوں نے اُن کی بیعت نہیں کی۔ اُنھوں نے فرمایا کہ تم میرے پیر بھائی ہو جب بیعت کرو گے۔ تم میرے مرید ہو جاؤ گے۔ ان میں ایک میرے بھائی خواجہ جمال الدین صاحب ہیں۔ اور ایک ملک شیر محمد صاحب بی۔ اے۔ کیا یہ لوگ باوجود بیعت نہ کرنے کے برابر ہر ایک احمدی تحریک میں کافی حصّہ نہیں لیتے رہے۔ کیا حضرت حکیم صاحب کی نظر عنایت اُن پر نہیں رہی۔ کیا خود حضرت میاں صاحب نے کشمیر میں جا کر اُن سے مراعات

جاری نہیں رکھے جو بھائی کے بھائی سے ہوتے ہیں۔ اور ایسا ہی بالمقابل ہیں انھوں نے وہی طریق نہیں رکھا۔ تو پھر اب کیا ہوگیا۔ اب کیوں ایک خلیفہ کے وقت کی بیعت. مواکلت مجالست. موانست. مکالمت سے روکتی ہے۔ یہ کونسے طریق تمدن اور شفقت کے ہیں جس کو بروئے اسلام تم ہر ایک انسان سے جاری رکھنے کے مکلّف ہو۔ آؤ ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ اگر یہ درست ہے کہ جو احمدی میاں صاحب سے بیعت نہ کرے یا اُن کے طریق کو غلط سمجھے اور یہ فطرتی امر ہے کہ ایک انسان دوسرے کو اپنا ہم رائے دیکھا۔ چاہتا کیسے اور اس کی کوشش کرتا ہے۔ اب اگر ایک انسان حضرت میاں صاحب سے اختلاف رائے رکھے۔ اور دوسروں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے کی کوشش میں اس قابل نہیں ٹھہرتا کہ میاں صاحب کے مبائعین اُن سے ملیں جلیں — بولیں۔ اُس سے کوئی معاملہ وغیرہ بھی کریں تو پھر غیر احمدی مسلم تو غیر مبائعین احمدیوں سے بھی بدتر ہوئے۔ اور پھر خدا پرست ہندو اُن سے بدتر اور عیسائی اور یہودی علیٰ ہذا القیاس تو بہرحالت مبائعین کے سوا کسی سے ملنا جلنا بولنا کھانا پینا حرام ہوگیا خدارا سوچو ان عقائد کو لیکر تم کس جگہ رہ سکتے ہو۔

اب میں آخری التماس حضرت میاں صاحب کی خدمت میں بھی کرتا ہوں :۔

(۱) اگر وہ الہاماً مامور ہیں تو بروئے حلف اُس طریق حلف پر جو قرآن نے تجویز کیا ہے اور جس کو خود حضرت اقدس نے برتا ہے۔ اعلان کریں کہ میں الہاماً کھڑا کیا گیا۔ اور میں وہی ہوں جس کا وصیت میں ذکر ہے اور مجھے الہاماً اطلاع دی گئی ہے کہ قدرت ثانی کا میں مظہر ہوں۔ چشم ما روشن۔ دل ما شاد۔ کون چاہتا ہے کہ وہ دن قریب نہ آدیں۔ کم از کم میں اپنے متعلق فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس حلف کے بعد مجھ پر حرام ہوگا کہ میں حضرت میاں صاحب کے عقائد کے خلاف کچھ لکھوں یا طول دوں یا میں قبول کر لوں گا۔ یا میں دعاؤں میں لگ جاؤں گا۔ بہر حال میں خاموش ہو جاؤں گا۔

(۲) اگر وہ مصلح موعود ہیں تو پھر وہ حلفاً یہ بیان کریں کہ آیا الہاماً ان کو اطلاع ملی کہ وہ وہی فرزند ہیں جس کا اشارہ سبز اشتہار میں ہے۔ اگر وہ الہاماً نہیں تو پھر اپنے مریدین کو روکیں کیونکہ وہ آپ کو مصلح موعود یا پسر موعود بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں خاموش ہو رہے ہیں یہ خاموشی

نہایت خطرناک ہے۔ آپ کے مبائعین میں سے ایک نے مصلح موعود آپ کو بنایا۔ اور ایک رسالہ میں لکھا۔ دوسری طرف سے اس رسالہ کا جواب لکھا گیا۔ آپ اپنی پوزیشن کو صاف کیوں نہیں کرتے۔ ڈرتے کیوں ہیں۔ آپ کا معاملہ غیر ذمہ دار ہاتھوں میں جا رہا ہے۔ ہاں اگر آپ کا اجتہاد ہے کہ آپ پسر موعود یا سبز اشتہار والا پسر ہیں۔ تو یہ بھی اعلان فرما دیں۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے چوہدری عبداللہ خانصاحب بہلول پوری کے ... سوال پر الوصیت والا مامور ہونے سے انکار کیا ہے۔ ہاں سبز اشتہار والا پسر.... اپنے آپ کو ٹھہرایا ہے۔ اور آپ اعلان کے وقت ذیل کے امور بھی سامنے رکھ لیں۔

حضرت صاحب نے آپ کی پیدائش پر لکھا:۔

" اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالےٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے۔ اور کامل انکشاف کے بعد پھر یہ اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے۔ یا کوئی اور۔ یہ تو آپ کو علم ہے کہ دو بچوں کی خدا نے اطلاع دی ہوئی ہے جو ایک دوسرے سے الگ ہوں گے۔ ایک کا نام محمود اور دوسرے کا نام بشیر ہوگا۔ چنانچہ اسی خیال سے آپ کے نام میں بشیر اور محمود دونوں نام تفاول کے طور پر ڈال دیئے۔

(۲) آیا حضرت صاحب کو کوئی انکشاف آپ کے متعلق ہوا۔ اور کیا اپنی تصنیف میں آپ نے کہیں لکھا کہ الہاماً مجھے انکشاف ہوا ہے۔

(۳) سراج منیر میں ضرور کچھ لکھا ہے۔ لیکن وہاں یہ شاید نہیں کہ حضرت اقدس کو الہاماً آپ کے متعلق انکشاف ہوا۔ یہ میرا قیاس اس طرح سے درست ہوتا ہے کہ سراج منیر کے بہت دیر بعد تریاق القلوب لکھی گئی۔ اور اس میں میاں بشیر احمد کے متعلق اجتہاداً ظاہر کیا گیا کہ شاید یہی وہ موعود ہو مثلاً تریاق القلوب کے صفحے ۴۱ سطر ۲۴ پر ذیل کی عبارت درج ہے کہ شاید نور سے مراد پسر موعود ہو۔ کیونکہ جو الہام میاں بشیر احمد سلمہ کے پیدائش کے متعلق ہے۔ اس میں میاں صاحب کو نور کہا گیا ہے۔

(۴) جو اجتہاد حضرت صاحب کا میاں مبارک احمد کے متعلق تھے۔ ان کے اعادہ کی یہاں

ضرورت نہیں۔

حضرت میاں صاحب یہ تو ربانی کرشمہ ہیں۔ جن سے خدا تعالےٰ ایک کامل عرفان توحید کا دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ کہ خدا کے الفاظ خدا کے ہیں اور انسان کے الفاظ انسان کے۔ اس لئے بعض وقت الہام کی تفہیم میں ملہم کو غلطی لگ جاتی ہے۔ بہر حال اگر الہاماً آپ کو اطلاع ہے تو آپ اعلان فرما دیں۔ اور اگر نہیں تو اپنے مریدین کو روکیں۔ جو آپ کو پسر موعود۔ مصلح موعود۔ خدا کا ایک عظیم الشان نبی۔ فخر رسل کہہ رہے ہیں۔ اور دنیا میں خطرناک فساد ڈال رہے ہیں۔ الغرض جو کچھ ہو وہ آپ کے حکم سے ہو۔

ساتھ ہی میں اس جگہ یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ اپنا عقیدہ متعلق نبوّت حضرت مرزا صاحب بھی چند سطروں میں اعلان کر دیں۔ اور یہ بھی اطلاع دیں کہ آپ غیر احمدیوں کو کن معنوں میں کافر سمجھتے ہیں۔

اس موقعہ پر میں با ادب عرض کرتا ہوں۔ کہ میں آپ کا خادم ہوں۔ اور آپ کے سرکردگی میں کام کرنے سے مجھے کوئی عار نہیں۔ آپ کون ہیں میرے آقا کے جسم کا حصہ ہاں اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب ایک مستقل حقیقی اور کامل نبی ہیں تو پھر نہایت افسوس سے عرض کرتا ہوں کہ میں اس عقیدہ میں آپ سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہوتا ہوں۔ اور اگر آپ کا عقیدہ میری طرح یہ ہے کہ میرا آقا مسیح موعود احمد اور محمدؐ کا غلام اور انکا متبع اور محض کامل اتباع رسول خاتم النبییّن سے ظلّی اور جزوی نبی ہو گیا، اور انھیں معنوں میں آنحضرت صلعم نے آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا تو پھر میں اُس دن کی امید رکھتا ہوں کہ جب باہمی اختلاف کا خاتمہ ہو جاوے۔ اور کوئی راہ آپ کی کمان میں کام کرنے کی نکل آوے۔

والسلام

(خواجہ کمال الدّین)

مورخہ ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء

نوٹ:

حضرت میاں صاحب کے ایک معزز مرید نے مجھے ابھی کہا ہے کہ آپ کا یہ عقیدہ نہیں کہ خلیفہ محفوظ عن الخطا ہے۔ اگرچہ عام مریدین یہی کہتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو پھر کیوں آپ کی رائے کو کل انجمن کی رائے پر فوقیت دی جائے۔ اگر آپ اس امر کے واقعی قائل ہیں۔ کہ آپ کی رائے غلط ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ غلطی پر نہ رکھے جاویں۔ تو پھر کیا یہ خطرناک اصول نہیں کہ خلیفہ کو وہ اختیار دیئے جاویں۔ جو مسیح الموعود کے اختیار تھے۔ جس کی ذات ایک وحی حقی کے ماتحت غلطی سے مصئون ہو سکتی ہے۔ بہر حال اس معاملہ میں خود حضرت میاں صاحب اپنا عقیدہ ظاہر فرما دیں: